Jan. Feb. Mar. 2024

جنوری فروری مارچ ۲۰۲۴ء
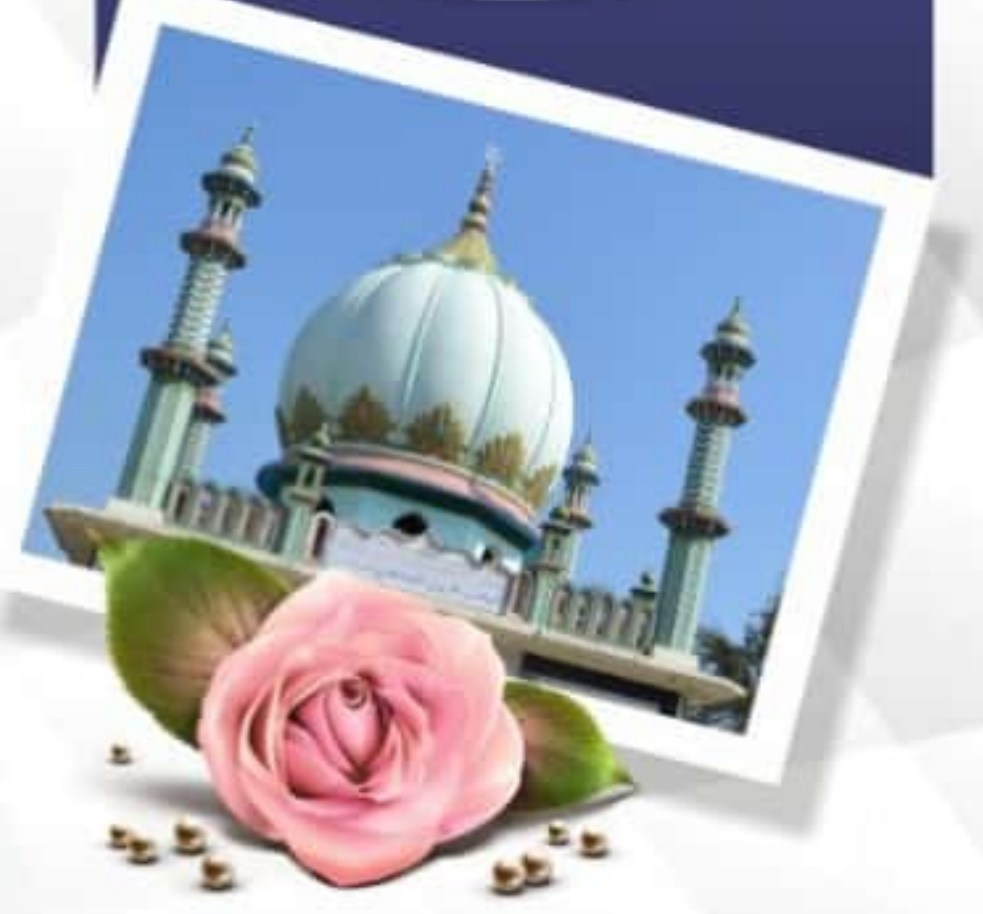
مسلکِ اعلیٰ حضرت کا سچا اور بے باک ترجمان

سہ ماہی امجدیہ گھوسی

عصر حاضر میں روزگار کے نئے مواقع

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کو انبیائے کرام علیہم السلام پر فضیلت دینے کا شرعی حکم

مفتی اعظم ہند اور جماعت وتر کا مسئلہ
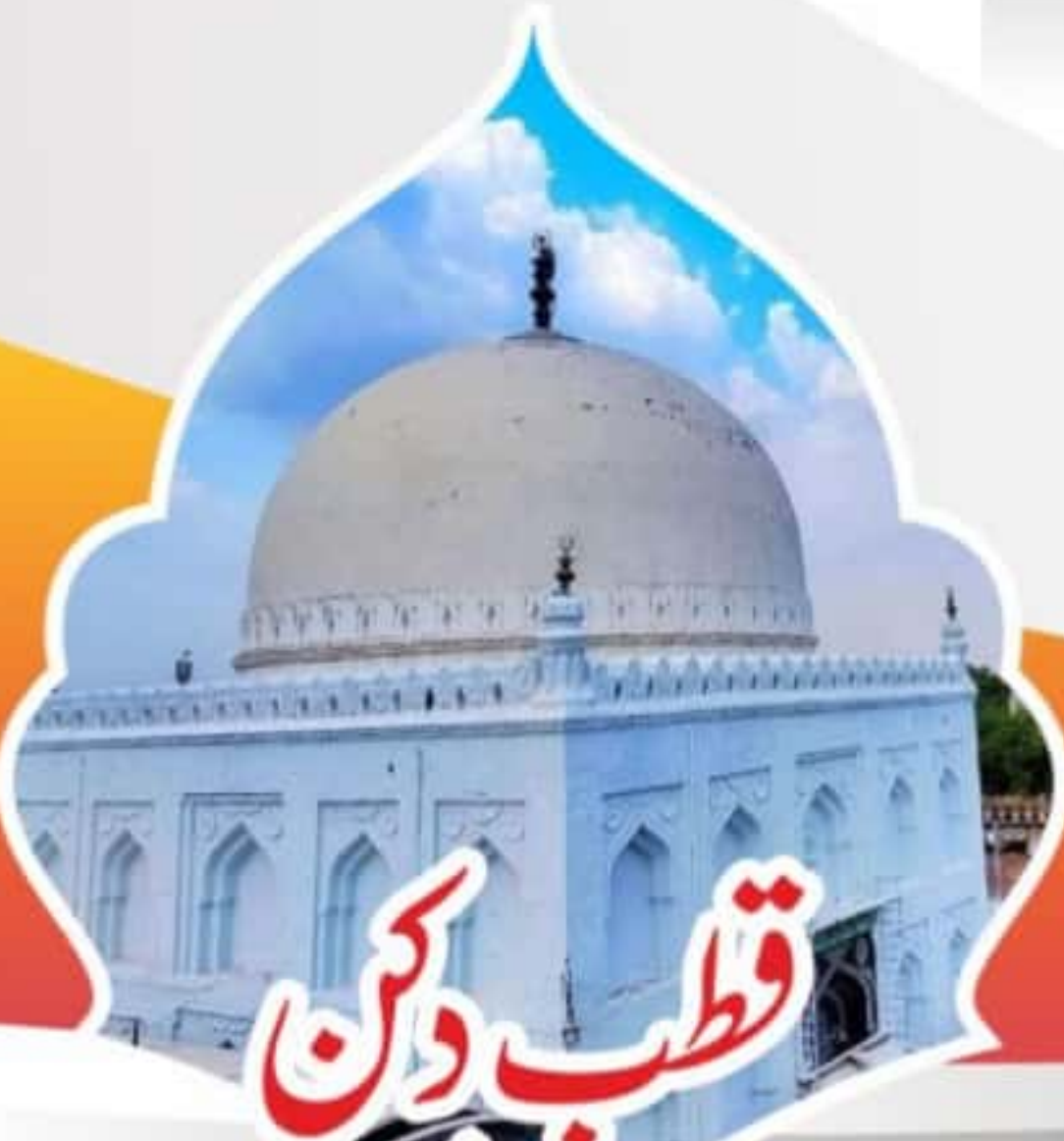
قطب دکن
حضرت بندہ نواز کی بارگاہ میں

Scanned with CamScanner

بیادگار:۔ حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

زیر سرپرستی:۔ جانشین صدر الشریعہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی

طیبۃ العلماء، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

جلد ۱۶ شمارہ ۶۸
جنوری، فروری، مارچ ۲۰۲۴ء

مجلس مشاورت

مولانا فداء المصطفیٰ قادری	مولانا جمال مصطفیٰ قادری
مفتی محمود اختر قادری	مولانا شمشاد احمد مصباحی
مولانا عبد الرحمٰن	حلیم حاذق انصاری
مولانا محمد صدیق	حافظ ایاز محمود
مولانا محمد ابو الحسن قادری	حافظ محمد سمیع اللہ امجدی

مدیر اعلیٰ	:	مفتی فیضان المصطفیٰ قادری
مدیر مسئول	:	مفتی شمیم رضا اویسی امجدی
معاون مدیر	:	مولانا ابو یوسف محمد
سرکولیشن منیجر	:	ماسٹر شکیل انور
اشتہار منیجر	:	قاری غلام رسول نوری
تزئین کار	:	مولانا ریحان المصطفیٰ قادری
کمپوزر	:	مولانا ریحان المصطفیٰ قادری

قیمت خصوصی شمارہ	:	۵۰ روپے
سالانہ ممبری فیس	:	۸۰ روپے
بیرونی ممالک سے	:	۲۰ امریکی ڈالر
فون نمبر	:	۰۵۴۶۱-۲۲۲۰۴۶

مراسلات و ترسیل زر کا پتہ
TAIBATUL OLAMA
JAMIA AMJADIA RIZVIA
GHOSI 275304 MAU (U.P.) INDIA

پرنٹر، پبلشر و پروپرائٹر (مولانا) علاء المصطفیٰ قادری نے اسٹار آفسیٹ پرنٹنگ پریس 2229/A احاطہ جگن بی، روڈ گران، لال کنواں، دہلی سے چھپوا کر دفتر سہ ماہی امجدیہ، طیبۃ البنات جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، ضلع مئو سے شائع کیا۔

Scanned with CamScanner

فہرست مضامین

Scanned with CamScanner

اداریہ

خواجہ بندہ نواز کی بارگاہ میں ایک نیازمند کی حاضری

تحریر: فیضان المصطفیٰ قادری

سرکار بندہ نواز گیسو دراز کی بارگاہِ ناز میں حاضری ایک دیرینہ خواب تھا جو اس بار فروری کے دورے میں شرمندۂ تعبیر ہوا، حیدرآباد میں شہبازِ دکن علیہ الرحمہ کے چمنستان علم وفضل یعنی مرکز اہل سنت میں حاضری اس کی تمہید بنی۔ چنانچہ گلبرگہ شریف کی سرزمین پر مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے اور بیباک ترجمان مولانا بہاء الدین صاحب کو حیدرآباد میری آمد کی خبر ہوئی تو انھوں نے جھٹ دوروزہ پروگرام سیٹ کرلیا۔ فقیر مرکز اہل سنت حیدرآباد میں شہبازِ دکن کے یوم ولادت کے موقع پر یعنی ۳ر فروری کو ہونے والے پروگرام میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے مدعو تھا، مولانا موصوف نے گلبرگہ شریف سے گاڑی بھیج دی اور ہم جلسہ سے فارغ ہوتے ہی گلبرگہ شریف کی طرف روانہ ہوگئے۔ گلبرگہ شریف حیدرآباد سے تقریباً دوسو چالیس کلومیٹر دور ہے۔ رات کے آخری پہر سفر شروع ہوا اور صبح ۸ ربجے تک گلبرگہ شریف پہنچ گئے۔

یوں تو گلبرگہ شریف ایک عام سا شہر ہے، لیکن جب کسی کی محبت سویدائے دل میں سرایت کر جاتی ہے تو اس کی بستی کا چپہ چپہ اور در و دیوار پرکشش لگنے لگتے ہیں، اور ہر ذرے سے محبوب کی خوشبو آنے لگتی ہے۔ قصہ یہ ہے کہ عنفوانِ شباب میں ہی کسی مکتبے پر ''جوامع الکلم'' ہمارے ہاتھ لگ گئی، جو سرکار بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ اس وقت ہم اپنی ذاتی لائبریری ترتیب دے رہے تھے اور توجہ تصوف کی کتابوں کی طرف تھی، اپنے ذخیرۂ کتب میں اس خوبصورت اضافہ پر ہم دل ہی دل میں خوش تھے، کیوں کہ ملفوظات کے ذخیرے میں ہمیں ''جوامع الکلم'' سب سے دل چسپ اور معلوماتی کتاب لگی، جس زمانے میں کتاب خوانی ہمارا سب سے دل چسپ اور اہم مشغلہ تھا اسی وقت ہم نے پوری کتاب چاٹ ڈالی۔

یہ کتاب بہت ضخیم ہے پھر بھی صفحہ اول سے آخر تک پہنچنے میں زیادہ وقت نہ لگا، فقہی اور مذہبی رجحانات کی بنا پر ہم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ملفوظ شریف کو سب پر ترجیح دیتے ہیں۔ مخدوم بہار حضرت خواجہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمہ اللہ کی مکتوباتِ صدی کے مطالعہ نے دل کی دنیا میں ایک ہیجان پیدا کر دیا تھا، مکتوباتِ صدی کی خصوصیت یہ ہے کہ توجہ سے پڑھنے والا اپنے اندرون میں ایک غیر معمولی تبدیلی اور انقلاب محسوس کرے گا، جس پر اپنے مرشد کا سایہ نہ ہو وہ اس کتاب کو پڑھ کر عالم جذب میں بھی جا سکتا ہے، مگر جوامع الکلم ایسے جذبات کو کنٹرول کرنے میں نسخہ کیمیا بن سکتی ہے۔ سبع سنابل شریف اور داتا صاحب کی کشف المحجوب تو ہم نصاب کی کتاب سمجھتے ہیں، جسے ہر طالب کو درس نظامی کے دوران ہی چند بار پڑھ لینا چاہیے۔ ہم نے ملفوظات اور مکتوبات پر مشتمل تصوف کی متعدد کتابیں پڑھیں لیکن تاثر ''مکتوبات صدی'' اور ''جوامع الکلم'' سے زیادہ رہا۔ مکتوبات صدی سے عقیدت نے ہمیں

چار سال قبل مخدوم بہار کی بارگاہ میں جانے پر مجبور کر دیا، راج گیر کے جنگلات اور پہاڑیوں سے ہوتے ہوئے جہاں مخدوم بہار نے دس سال صحرا نوردی میں گزار دیے تھے، جہاں ان کا چلہ گاہ بھی ہے ہم بہار شریف پہنچے اور مخدوم بہار کی بارگاہ میں حاضری لگادی۔ اس بارگاہِ عالی کا ذکر خیر کسی اور موقع کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔ ابھی بات کرتے ہیں بندہ نواز کی، جن کی بارگاہ کی حاضری کا موقع اب تک میسر نہ آیا تھا، لیکن اس بار حاضری ہو ہی گئی۔ الحمد للہ علی ذلک۔

ہمارے مرکز عقیدت سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بندہ نواز کا ذکر اپنے ملفوظات میں اس طرح کیا کہ دل فطری طور پر ان کی طرف مائل ہو گیا، اعلی حضرت نے بندہ نواز کے گیسو دراز ہونے کی وجہ ذکر کی، فرمایا، کہ ایک بار سرکار بندہ نواز اپنے مرشد گرامی حضور نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جب آپ سواری پر سوار تھے، بندہ نواز نے اپنے مرشد کی دست بوسی کی تو مرشد نے کہا: اور نیچے! گھٹنے پر سر دے دیا، فرمایا: اور نیچے، پاؤں پر گر گئے اور قدم بوسی کی، سر کے بال رکاب میں الجھ گئے، پھر بندہ نواز کی عقیدت نے اپنے مرشد کے رکاب سے الجھے ہوئے ان بالوں کو کٹانا گوارا نہ کیا، اور یوں ہی چھوڑ دیا جو خوب دراز ہوئے۔ بندہ نواز نے خود فرمایا: جب میں نے دست بوسی کی تو میرے مرشد نے مجھے عالم ناسوت سے عالم ملکوت کی سیر کرادی، جب ران پر سر دے دیا تو عالم ملکوت سے عالم جبروت کی سیر کرادی، پھر جب قدموں پر گر گیا تو عالم جبروت سے عالم لاہوت کے مقامات طے کرا دیے۔

ہم جب یہ واقعہ پڑھتے ہیں تو لگتا ہے کہ مرشد کامل اور طالب صادق کا قصہ یہاں آ کر ختم ہو جاتا ہے۔ کہ اب اس درجے کی ارادت نہیں رہی۔

بندہ نواز کا نام سید محمد حسینی ہے، شاہ راجو قتال جو محبوب الٰہی کے خاصان خاص میں تھے سرکار بندہ نواز کے دادا تھے، دس سال کی عمر میں والد کا انتقال ہوا، ماموں نے پرورش کی، کسی سبب سے والدہ اپنے بھائی سے ناراض ہو کر بیٹے کو دہلی لے آئیں، پندرہ سال کی عمر میں خواجہ قطب کی جامع مسجد میں حضور چراغ دہلوی سے ملاقات ہوئی، پھر انھیں کے ہو کر رہ گئے۔ جب آپ کے گیسو شیخ کے رکاب میں الجھے تو تکلیف شدید کے باوجود جدا نہ کیے، اس پر شیخ نے برجستہ یہ شعر کہا:

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد
واللہ شکے نیست کہ او عشق باز شد

تب سے ہی آپ گیسو دراز کی عرفیت سے یاد کیے جانے لگے۔ تیمور نے جب دہلی پر حملہ کیا اس وقت آپ دولت آباد چلے گئے، اس طرح آپ کے ذریعہ سلسلہ چشتیہ دکن جا پہنچا، پھر بہمنی سلطان فیروز شاہ کی دعوت پر گلبرگہ شریف میں اقامت اختیار کر لی، اور یہاں سے پورے دکن میں تبلیغ دین کا کام کیا۔ اور آپ سے سلسلہ کی تبلیغ کا کام بھی ہوا۔ آپ مشرباً چشتی، مذہباً حنفی اور مسلکاً ماتریدی تھے۔ آپ نے طویل عمر پائی اور ایک سو ایک سال کی عمر میں ۱۶/ ذی قعدہ ۸۲۵ھ میں وصال ہوا، اور گلبرگہ شریف میں ہی مدفون ہوئے۔ آپ کی درگارہ شریف بہت بڑے خطے پر پھیلی ہوئی ہے، جس میں باقاعدہ مہمان خانہ،

لائبریری، دکانیں، مسجد وغیرہ ہیں۔ درگاہ شریف کے قلب میں روضہ شریف ہے۔ جس کی پیشانی پر یہ شعر کندہ ہے۔

یہ بارگاہِ خواجۂ بندہ نواز ہے
اس در پہ جس کا سر ہے وہی سرفراز ہے

ادب واحترام کے تمام تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہم روضہ شریف میں داخل ہوئے ہمارے ساتھ احباب کی ایک جماعت تھی، فاتحہ پڑھ کر دعائیں کیں، کچھ عرضیاں لگائیں اور الٹے پاؤں واپس نکل آئے۔ آپ کے روضہ شریف کے قریب ہی آپ کے صاحبزادے اہلیہ اور دیگر اہل خاندان کے بھی مزارات ہیں۔ آپ کا خانوادہ علمی خانوادہ تھا، آپ خود بھی زبردست عالم دین اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ آپ نے اردو اور فارسی میں دوسو کے قریب کتابیں لکھیں۔ معراج العاشقین اور آداب المریدین آپ کی مشہور تصانیف سے ہیں۔

ہم گلبرگہ کا قلعہ بھی دیکھنے گئے جو قدیم بہمنی سلطنت کی یاد دلاتا ہے۔ یہ قلعہ اصل میں ایک ہندو راجہ گل چند نے تعمیر کروایا تھا۔ جس کی توسیع کا کام بعد میں بہمنی سلاطین نے کیا۔ اور اس کے اندر ایک شاندار جامع مسجد تعمیر کی جو اس دور کے فن تعمیر کا نمونہ ہے۔ یہ قلعہ بہت بڑی آراضی پر واقع ہے، اور اس کے تین طرف بہت اونچائی پر توپ خانے بنائے گئے ہیں۔ گلبرگہ کا یہ قلعہ ایک زمانے تک بہمنی سلاطین کا دارالسلطنت رہا۔ مگر اب اس قلعہ پر موجودہ حکومتوں کی توجہ نہیں رہی، ہمیں کہیں اس کی مرمت اور صفائی کا نظام دیکھنے کو نہ ملا، شاید اسی وجہ سے اس قلعہ کو دیکھنے کے لیے کم ہی لوگ آتے ہیں۔ موجودہ حکومت کا سب سے بڑا کام تو شہروں کے نام بدلنا ہے۔ چنانچہ یہ حرکت یہاں بھی دیکھنے کو ملی اور اچھے خاصے ''گلبرگہ'' کو'' کالا برجی'' کر دیا گیا ہے۔

یہاں دو روز قیام رہا، مولانا بہاء الدین قبلہ نے اچھی ضیافت کی، پہلے دن گلبرگہ شریف سے ستر کلومیٹر دور ایک بستی میں محفل رکھی، دوسرے روز اپنے مدرسہ میں ہی معراج النبی کا پروگرام رکھا۔ واپسی کے وقت آپ نے اپنا مدرسہ نسواں دکھایا جو گزشتہ پندرہ سالوں سے اس علاقے میں اپنی خدمات انجام دے رہا ہے۔ ان کی اہلیہ ذی استعداد عالمہ فاضلہ اور کئی کتابوں کی مصنفہ ہیں۔ ہمارے لیے سب سے خوشی اور اطمنان کی بات یہ ہے کہ اس خطے میں ان لوگوں نے مسلک اعلیٰ حضرت کا جھنڈا بلند رکھا ہوا ہے، اور ہزار رکاوٹوں اور الجھنوں کے باوجود معتقدات و معمولات کسی بھی معاملہ میں مخالفین سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔

فقیر فیضان المصطفیٰ قادری

قسط نمبر (۲۴)

ضیائے تفسیر

از: شہزادۂ صدرالشریعہ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ

پیشکش:۔ مفتی شمیم رضا اویسی جامعہ امجدیہ رضویہ

واذ غدوت من اهلک تبوئ المنين مقاعد للقتال والله سميع عليم، اذ همت طائفتن منكم ان تفشلا والله وليهما وعلى الله فليتوكل المنون، وقلد نصركم الله ببدر وانتم اذلة فاتقوا الله لعلكم تشكرون، اذ تقول للمؤمنين الن يكفيكم ان يمدكم ربكم بثلثة ألف من الملئكة منزلين، بلى ان تصبروا وتتقوا ويأتوكم من فورهم هذا يمددكم ربكم بخمسة ألف من المئكة مسومين،وما جعله الله الا بشرى لكم ولتطمئن قلوبكم به وما النصر الا من عند الله العزيز الحكيم، ليقطع طرفا من الذين كفروا او يكبتهم فينقلبوا خائبين، ليس لک من الامر شيء او يتوب عليهم او يعذبهم فانهم ظلمون، ولله ما فى السموت وما فى الارض يغفر لمن يشاء ويعذب من يشاء والله غفور رحيم، يايها الذين أمنوا لا تاكلوا الربوا اضعافا مضعفة واتقوا الله لعلكم تفلحون، واتقوا النار التى اعدت للكفرين، واطيعوا الله والرسول لعلكم ترحمون، وسارعوا الى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السموت والارض اعدت للمتقين، الذين ينفقون فى السراء والضراء والكظمين الغيظ والعافين عن الناس والله يحب المحسنين،والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا الذنوبهم ومن يغفر الذنوب الا الله ولم يصروا على ما فعلوا وهم يعلمون،اولئک جزاءهم مغفرة من ربهم وجنت تجرى من تحتها الانهر خلدين فيها ونعم اجر العملين، قد خلت من قبلكم سنن فسيروا فى الارض فنظروا كيف كان عاقبة المكذبين، هذا بيان للناس وهدى وموعظة للمتقين، ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين، ان يمسسكم قرح فقد مس القوم قرح مثله وتلک الايام نداولها بين الناس ولعلم الله الذين أمنوا ويتخذ منكم شهداء والله لا يحب الظلمين، وليمحص الله الذين أمنوا ويمحق الكفرين۔

ترجمہ:

اور یاد کرو اے محبوب! جب تم صبح کو اپنے دولت خانے سے برآمد ہوئے (۱) مسلمانوں کولڑائی کے مورچوں

پر قائم کرتے اور اللہ سنتا جانتا ہے، جب تم میں کے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے(۲) اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے(۳) تو اللہ سے ڈرو کہیں تم شکر گزار ہو(۴) جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اتار کر(۵) ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر و تقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آ پڑے تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا(۶) اور یہ فتح اللہ نے نہ کی مگر تمہاری خوشی کے لیے اور اسی لیے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے(۷) اللہ غالب حکمت والے کے پاس سے (۸) اس لیے کہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے یا انھیں ذلیل کرے کہ نامراد پھر جائیں(۹) یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا تمہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں(۱۰) اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے(۱۱) اے ایمان والو! سود دونا دون نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے(۱۲) اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار رکھی ہے(۱۳) اور اللہ و رسول کے فرماں بردار ہو اس امید پر کہ تم رحم کیے جاؤ(۱۴) اور دوڑو اپنے رب کی بخشش (۱۵) اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑان میں سب آسمان و زمین آ جائیں(۱۶) پرہیزگاروں کے لیے تیار رکھی ہے(۱۷) وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے(۱۸) اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی اور اپنی جانوں پر ظلم کرے اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے(۱۹) اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں(۲۰) ایسوں کو بدلا ان کے رب کی بخشش اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں(۲۱) اور کاموں کا کیا نیگ ہے(۲۲) تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آ چکے ہیں تو زمین میں چل کر دیکھیں کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا(۲۳) یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیزگاروں کو نصیحت(۲۴) اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو(۲۵) اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں(۲۶) اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں(۲۷) اور اس لیے کہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو(۲۸) اور اس لیے کہ اللہ مسلمانوں کا نکھار کر دے اور کافروں کو مٹا دے(۲۹)

تفسیر:

(۱) اس واقعہ کو آپ یاد کریں جب صبح کو آپ حضرت عائشہ کے حجرہ میں سے تشریف لے چلے۔

(بیضاوی ۴۰، مدارک ۲۷۶، خازن وغیرہ)

اس لفظ میں حضرت عائشہ کی بڑی منقبت ہے، اس لیے کہ ان کا اہل بیت ہونا نص آیت سے ثابت ہوتا ہے۔(خان ۲۷۷)

اس آیت اور اس کے مابعد میں واقعہ جنگ احد یاد دلایا

Scanned with CamScanner

جارہا ہے۔ مختصر قصہ یہ ہے کہ ۱۷ رمضان ۲ ہجری میں جو مکہ کے کفار کو مسلمانوں کے سامنے ذلت آمیز شکست ہوئی جس میں ان کے ستر سردار مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اس کا انتقام لینے کے لیے کفار نے ایک عظیم لشکر مرتب کیا جس کی تعداد تین ہزار تھی اور اس میں دو سو گھوڑے سوار اور سات سو زرہ بکتر پہنے ہوئے افراد تھے۔ یہ ساز و سامان کر کے بدر کا بدلہ لینے کے لیے مدینہ کی طرف چل پڑے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے مدینہ میں بیٹھ کر مقابلہ کرنا پسند فرماتے تھے جب اس لشکر کے مدینہ منورہ کے قریب آنے کی اطلاع آپ کو ملی تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا، اس مشورہ میں عبداللہ بن ابی کو بھی شریک کیا جسے پہلے کبھی مشوروں میں نہیں بلایا جاتا تھا، حضور کی رائے مبارک کی مہاجرین اور اکابر انصار نے تائید کی، اور ابن ابی نے بھی یہی رائے دی، لیکن نوجوان اور شہادت کے مشتاقوں نے حضور پر زور دیا کہ مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کی جائے، چوں کہ اکثریت اسی فریق کی تھی لہٰذا حضور نے ان کی رائے کو قبول فرمایا اور مکان میں تشریف لے گئے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کو ہتھیار پہنائے، حضور جب ہتھیار زیب تن فرما کر تشریف لائے تو اب حضور کو اس حالت میں دیکھ کر نوجوانوں کو ندامت ہوئی اور عرض کی کہ ہم نے باہر نکلنے پر مجبور کرنے میں غلطی کی اور ہماری اس غلطی کو معاف فرمایا جائے اور مدینہ ہی میں بیٹھ کر جنگ کی جائے، حضور نے فرمایا کہ نبی کے لیے یہ سزاوار نہیں کہ ہتھیار پہن کر فیصلہ جنگ سے پہلے اتار دے۔ مشرکین مکہ حوالی مدینہ میں یوم چہار شنبہ کو پہنچ چکے تھے احد کا پہاڑ مدینہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر ہے، حضور صلی اللہ علیہ صبح سویرے مدینہ سے ایک درمیانی راستہ سے ہو کر پہاڑ کے دامن میں شنبہ کے دن ۱۵ شوال ۳ ہجری کو پہنچ گئے، وہاں تشریف لا کر میمنہ اور میسرہ اور قلب کو مقرر کیا، اور عبداللہ بن جبیر کو پچاس تیر انداز دے کر ایک درہ پر معمور فرما دیا جہاں سے پشت پر سے حملہ کا خطرہ تھا، اور ان لوگوں کو حکم فرمایا کہ خواہ فتح ہو یا شکست اس جگہ کو نہ چھوڑنا، اگر تم دیکھو کہ ہم کو پرندا چک کر لے جاتے ہوں، تب بھی بغیر میرے حکم کے وہاں سے نہ ہٹنا۔ عبداللہ بن ابی منافق نے جب دیکھا کہ حضور جنگ پر مصر ہیں تو راستہ میں مقام شوط سے واپس چلا گیا اور اپنے ہمراہ تین سو آدمیوں کو اور واپس لوٹا لے گیا، اس کی وجہ سے بنی حارثہ اور بنی سلمہ نے بھی واپس جانے کا ارادہ کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدم رکھا اور وہ جہاد میں شریک ہوئے۔ جب جنگ شروع ہوئی تو کفار کا علم بردار طلحہ بن ابی طلحہ مارا گیا اور پے بہ پے ان کے چند علمبردار قتل ہوئے اور علم زمین پر آ رہا۔ مہاجرین و انصار کے حملہ سے کفار بھاگ نکلے، مسلمانوں نے مال غنیمت جمع کرنا شروع کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھی بھی درہ چھوڑ کر غنیمت کی طمع میں دوڑ پڑے اور اپنے اپنے امیر اور رسول کے خدا کے احکام میں نافرمانی کی جس کی وجہ سے درہ خالی ہو گیا۔ خالد بن ولید کئی مرتبہ اس درہ پر حملہ کر چکے تھے اور ہر بار ناکام لوٹتے تھے۔ آخری بار بھاگتے ہوئے نظر پڑی تو درہ خالی سا نظر آیا، دو سو سواروں کا دستہ اس درے کی طرف دوڑ پڑا، صرف دس بارہ مجاہدین تھے وہ ان سواروں کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور سب کے سب شہید ہو گئے۔ اب کفار کی بھاگنے والی فوج بھی پلٹ آئی اور اس طرح مسلمان دونوں طرف سے گھر گئے، اسی درمیان یہ آواز سنائی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، اکثر صحابہ کی کمر ہمت ٹوٹ گئی بہت سے مدینہ کی طرف مڑ گئے

اور بہت سے وہیں ہتھیار پھینک کر بیٹھ گئے، حضور کے قریب بارہ اصحاب کرام ابوبکر وعمر علی وغیرہم رضی اللہ عنہم جمع ہو کر مقابلہ کرنے لگے اور آپ احد کی پہاڑی پر چڑھ گئے۔ حالاں کہ بظاہر صاف معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانوں کا استیصال ہو جائے گا، لیکن قدرت الٰہیہ نے ابوسفیان اور ان کے لشکر کا منہ موڑ دیا اور وہ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

(سیرت ابن ہشام حلبی، طبری، خازن، مدارک وغیرہ)

(۲) اس آیت میں بنوسلمہ اور بنوحارثہ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے، جب ابن ابی کے فرار کے بعد ان کے قدم بھی ڈگمگا گئے تھے، حضرت جابر فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس آیت میں ہماری کمزوری کی طرف اشارہ ہے، لیکن اس کا نازل ہونا ہم کو پسند ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی ولایت میں لینے کا اعلان فرمایا ہے، جو ایک شرف عظیم ہے۔ (خازن ۲۷۷)

عصمت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صرف "ہم" تھا عزم نہ تھا "**واللہ ولیھما**" نے اس بات کو صاف کر دیا کہ "فشل" کے معنی بزدلی اور جبن کے ہیں۔ (روح ۴۳)

(۳) بدر کے میدان میں جمعہ کے دن ۱۷/ رمضان ۲ ہجری کو مسلمان اگرچہ قلیل تعداد میں تھے اور سامان کی بھی کمی تھی۔ فتح عطا فرمائی گئی (تفصیل سورہ انفال میں آئے گی)

ذلت کے دو معنی ہے ایک مقابل عزت اور دوسرا مقابل طاقت وقوت، یہاں ذلت سے مراد سامان اور طاقت کا کم ہونا ہے اور ہوسکتا ہے کہ مقابل عزت مراد ہو یعنی کافروں کی نظر میں تم ذلیل تھے، اگرچہ عنداللہ تم عزت والے ہی تھے۔

(۴) بدر میں فتح کا سبب تقویٰ تھا، لہٰذا یہ شکر گزاری کا طریقہ ہمیشہ جاری رہنا چاہیے۔

(۵) اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں۔

(۱) یہ قول حضور نے بدر کے دن فرمایا تھا کہ فرشتے تمہاری امداد کو پانچ ہزار تک آئیں گے۔ چنانچہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ بدر کے دن فرشتے آئے، یہ قول حضرت ابن عباس اور حسن بصری سے مروی ہے۔ (۲) یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر تم تقویٰ اور صبر سے کام لو گے تو اللہ تعالیٰ پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری امداد فرمائے گا، یہ کلام یوم احد صبح کو اس وقت حضور نے مسلمانوں سے کیا جب کہ ابن ابی اور اس کے ساتھیوں کے فرار سے مسلمانوں کو تشویش ہو گئی تھی، لیکن صحابہ صبر وتقویٰ سے کام نہ لے سکے، اس لیے یہ فرشتے نازل نہ ہوئے۔ یہ تفسیر ابن جریج، ضحاک وغیرہ سے مروی ہے۔ (طبری ۷ ۴، تا ۴۹)

یہ تفسیر اخیر ہی مجھے پسند ہے، اس لیے کہ نظم قرآن اس میں مسلسل باقی رہتا ہے۔

(۲) یہ بات یقینی ہے کہ اگر تم صبر وتقویٰ سے کام لو گے اور مشرکین اسی دم آ جائیں تو اللہ تعالیٰ تمہاری امداد پانچ ہزار نشان والے فرشتوں سے کرے گا۔ اس آیت کا تعلق اگر غزوۂ بدر سے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ فرشتوں کی امداد کا وعدہ تدریجاً کیا گیا، پہلے ہزار کا پھر دو ہزار کا پھر تین ہزار کا پھر پانچ ہزار کا۔ چنانچہ بدر میں پانچ ہزار فرشتے مسلمانوں کی امداد کے لیے آئے تھے۔ (روح المعانی ۴۱)

اور اگر یہ وعدہ یوم احد سے تعلق رکھتا ہے تو چوں کہ صحابہ کرام صبر وتقویٰ سے کام نہ لے سکے اور حضور کی نافرمانی کی جو تقویٰ کے مخالف ہے۔ لہٰذا یہ امداد نہ آئی۔ (روح المعانی)

ایک قول یہ بھی ہے کہ امداد آئی لیکن فرشتوں نے جنگ

میں کوئی عملی حصہ نہ لیا اس لیے مسلمانوں نے صبر سے کام نہ لیا لیکن اخر میں جب چند مخلصین ہی رہ گئے اور وہ کفار کے غالب لشکر کے مقابلہ میں ڈٹ گئے تو کفار باوجود غلبہ اور ظاہری فتح کے احد کے میدان سے اچانک واپس چلے گئے، یہ فرشتوں ہی کی امداد کا نتیجہ اور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا۔ ''فور'' کے معنی جوش غصہ اچانک سامنے اور سفر کے ہیں۔ ان معنوں میں درحقیقت کوئی مخالف نہیں۔

مسومین: کے معنی نشان لگائے ہوئے خود بھی نشان لگائے ہوئے تھے اور ان کے گھوڑوں پر بھی نشان تھے، کہتے ہیں کہ حضرت زبیر کا عمامہ زرد رنگ کا تھا، فرشتے بھی اسی رنگ کا عمامہ پہنے تھے۔ (خازن، مدارک ۲۹۰)

(۷) یہ وعدہ نصرت بشارت اور قلب کے اطمینان اور دفع خلجان کے لیے تھا۔

(۸) فتح و نصرت کا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، تعداد کی کثرت وغیرہ کو اس میں دخل نہیں، وہ اگر چاہے تو بغیر کسی وسیلہ کے کفار کو شکست ہو یا ایک فرشتہ یا ایک ہی انسان کو ہزاروں لاکھوں پر فتح عطا فرمائے، یہ سب کارخانۂ قدرت اور عالم اسباب بغیر اس کی مرضی اور ارادہ کے نہیں چل سکتے اور تکوینی رازوں کو جاننا ہمارے لیے غیر ضروری ہے۔

(۹) اگر آیت کا بدر کے واقعہ سے تعلق ہے تو یہ وعدہ اس وقت پورا ہو گیا کہ ستر کفار مارے گئے اور اسی قدر اسیر ہوئے اور میدانِ بدر سے نہایت ذلت کے ساتھ کافر بھاگ گئے۔ اور اگر اس کا تعلق جنگ احد کے ساتھ ہے تو یہ بھی واقع ہوا کہ جب تک مسلمان اپنے مرکز پر جمے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہ کی خالد و عکرمہ کا رسالہ شکست کھاتا رہا اور کفار کے علمبردار قتل ہوتے رہے، کفار سب کے سب شکست کھا کر میدان سے بھاگ نکلے اور ان کے سولہ افراد میدان میں کھیت رہے، لیکن جب مسلمانوں نے صبر و تقویٰ کا دامن چھوڑا اور حرص اور بے صبری کا مظاہرہ کیا تو ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

لیقطع طرفا: سے مراد بعض کفار کا قتل ہے۔

کبت: کے معنی منہ کے بل گرا دینے کے ہیں اور مجازاً قتل، شکست اور ہلا کی ولعنت ورسوائی کے معنی میں آتا ہے۔

(۱۰) شانِ نزول:۔ جب حضرت حمزہ و دیگر صحابہ کرام شہید ہو گئے اور کافروں نے ان کا مثلہ کیا (ناک کان وغیرہ کاٹ دیے) اور خود حضور پر پتھروں سے حملہ کیا، دندانِ مبارک شہید ہوا، پیشانی مقدس زخمی ہوئی اور رخسار مبارک خون سے رنگ گیا تو حضور نے فرمایا کہ وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کیا، حالاں کہ وہ ان کو ان کے رب کی طرف دعوت دیتا تھا، اس کے بعد مدینہ تشریف لا کر حضور نے ایک ماہ تک ابوسفیان، عکرمہ، صفوان، سہیل بن عمرو وغیرہ کے لیے دعائے ہلاکت کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قول و فعل میں اپنے اذن و امر کا پابند فرما دیا اور درجۂ عبودیت میں کمال عطا فرما کر اکمل بنا دیا اور یہ تعلیم عطا فرمائی گئی کہ ان لوگوں میں بعض سعید روحیں بھی ہیں اور بعض کی اولاد میں مسلمان متقی ہونے والے ہیں، اے حبیب آپ دعا میں جلدی نہ فرمائیں اور اس وقت تک صبر فرمائیں جب یہ مسلمان ہو کر آپ کی آنکھ ٹھنڈی کریں گے، یا کفر و شرک میں مبتلا ہو کر موت کا مزہ چکھ کر ہمارے عذابِ سرمدی میں گرفتار ہوں گے، اس لیے نعمت

اور نقمہ دونوں موجود ہیں اور آپ کی دعا منظور ہے، لیکن جزا و سزا، ثواب وعقاب ہمارے قبضۂ قدرت میں ہے، آپ صبر سے کام لیں، نیز اس آیت میں حضور کو ان کفار کے آئندہ ایمان وغیرہ کا علم عطا فرما کر یہ بتایا گیا ہے کہ ہمارا علم محیط ہے اور اس میں سے سب سے زیادہ حصہ ہم آپ کو عطا فرما رہے ہیں کہ آپ ہماری ربوبیت اور اپنی عبودیت کے کمال کو ملاحظہ فرما سکیں۔ (کبیر ۷۰، بیضاوی ۲۴۲ وغیرہ)

حضور نے کفار کے لیے یہ دعا یا اجتہاداً فرمائی تھی یا اذنِ عمومی کے لحاظ سے یہ دعا کی تھی، لہٰذا عصمت انبیا یا فینطق عن الھویٰ کے خلاف نہیں۔ (روح ۵۱)

(۱۱) یہ آیت گویا پہلی آیت کی دلیل اور برہان ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر شے کا حقیقی مالک اللہ ہے، جزا وسزا میں جو چاہے اختیار کرے، جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے، لیکن بمقتضائے احسان اس کی رحمت اور مغفرت عذاب پر غالب ہے، لہٰذا آپ ان پر دعا میں جلدی نہ فرمائیں۔ (کبیر ۷۱)

(۱۲) چوں کہ کفار نے جنگ احد میں جو مال خرچ کیا وہ سودی مال تھا، اس لیے مسلمانوں میں بھی سودی کاروبار کا مرض پیدا ہوسکتا تھا اور چوں کہ مسلمانوں کو احد میں شکست کا سامنا اس لیے کرنا پڑا کہ مالِ غنیمت کی لالچ میں انھوں نے اپنا مرکز چھوڑ دیا، لہٰذا اس سے بھی اہم مال حرمت کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور تقویٰ کا ایک طریقہ سکھایا جاتا ہے اور سودی کاروبار سے روکنے کی آیت قصہ احد کے درمیان ذکر فرمائی جاتی ہے کہ روحانی ترکیب کے ساتھ ساتھ اعمال و افعال بھی ٹھیک ہوسکیں۔ (کبیر ۲۷ و روح ۶۵)

عرب کا یہ دستور تھا کہ قرض سود پر دیا کرتے تھے اور جب ادائیگی کا وقت آتا اور مقروض کسی وجہ سے ادا کرنے کے قابل نہ ہوتا تو سود کو اصل میں شمار کرکے مزید مدت دے دیتے تھے، اسی طرح ہر مہلت کے لیے اضافہ کرتے رہتے تھے کہ سو روپے دے کر ہزاروں لے لیا کرتے تھے، قرآن پاک کی اس آیت نے سود کی اس شکل کو منع فرما دیا۔ آیت کا یہ مطلب نہیں کہ سود تو لو لیکن سود در سود لینے سے پرہیز کرو، بلکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے فرمایا گیا کہ حج میں رفث اور فسوق و جدال نہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اور وقتوں میں ہے بلکہ مطلب یہ کہ اس وقت شدید حرام ہے اور دوسرے وقتوں میں بھی حرام ہے، لہٰذا سود تو مطلقاً حرام ہے اور سود در سود میں حرمت زیادہ شدید ہے۔

(۱۳) اور سود نہ کھاؤ، سود کھانے کا انجام جہنم ہے جو اصل میں کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے، امام اعظم فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں یہ سب سے سخت وعید ہے کہ مسلمانوں کو اس عذاب سے ڈرایا گیا تھا۔ (مدارک وغیرہ ۱۴۱)

جہنم کا عذاب بالذات کافروں کے لیے ہے اور بالعرض مسلم نافرمان کے لیے بھی ہے۔ (بیضاوی ۲۴۲)

اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے لیے ہے جو ربا کو حلال جانتے ہوئے سودی کاروبار کرتے ہیں۔ (کبیر ۲۷، خازن)

(۱۴) چوں کہ احد کی شکست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم اطاعت کی وجہ سے ہوئی، اس لیے سود کے مسئلے میں اور عام مسائل حیات میں اللہ ورسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا، رسول کی اطاعت اصل میں خدا کی اطاعت ہے اور خدا ہی کے حکم سے

ہے یہ رسول کی تعظیم ہے، بعض احمقوں نے ہر تعظیم کو شرک قرار دے کر اطاعت رسول کو بھی شرک بنا دیا ہے۔ حالاں کہ عبادت اور اطاعت میں فرق ہے۔

(۱۵) یعنی ان اعمال وافعال کی طرف دوڑو، جو مغفرت اور دخول جنت کا ذریعہ اور سبب ہیں۔ مغفرت سے مراد اسلام یا توبہ یا جہاد یا ادائے فرض یا اخلاص فی العمل ہے، اس لیے کہ یہ سبب مغفرت ہیں۔ (کبیر وغیرہ ۷۳)

(۱۶) جنت کا عرض اتنا ہے کہ جتنا ساری زمین اور تمام آسمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دینے کے بعد ہوگا، چوں کہ درازیٔ آسمان وزمین انسان کی ظاہری نظر میں سب سے زیادہ وسیع ہے، اس لیے اس کا ذکر فرمایا اور یہ قاعدہ ہے کہ طول عرض سے زائد ہوتا ہے۔ آیت کا مطلب جنت کی انتہا کی وسعت اور عظمت کا بیان ہے۔

(کبیر ۷۴، روح ۵۶)

اکثر علما اس بات کی طرف گئے ہیں کہ جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے ہے۔ (روح ۶۵، وغیرہ)

(۱۷) اس آیت اور اس سے پہلی آیت "اعدت للکفرین" سے ثابت ہوا کہ جنت اور نار دونوں مخلوق ہوچکیں اور بسیط ہیں۔ (کبیر ۷۵، وغیرہ)

یعنی جو لوگ خوشی اور تنگی ہر حالت میں خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں وہ متقی ہیں، یہ سود خوروں کی طرح سے نہیں جو لوگوں کی تنگی اور ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، گویا ربا کی مذمت کے بعد ضرورت مندوں کو دینے کی تاکید ہے۔ (کبیر ۷۵، وغیرہ)

کظیم: کے اصل معنی باندھنے کے ہیں، یہاں مراد غصہ روکنا ہے، غیظ اور غضب ہوسکتا ہے کہ مقابل عزت مراد ہو، یعنی کافروں کی نظر میں تم ذلیل تھے، اگرچہ عند اللہ تم عزت والے ہی تھے۔

(۱۸) بدر میں فتح کا سبب تقویٰ تھا لہٰذا یہ شکر گزاری کا طریقہ ہمیشہ جاری رہنا چاہیے۔

(۱۹) یعنی توبہ و استغفار کرنے والوں کی خدا مغفرت فرماتا اور ان کو اپنی جنت میں داخل فرما کر سرخرو فرماتا ہے۔

(۲۰) اجر کے معنی مزدوری اور معاوضہ کے ہیں، اسی کا فاضل مترجم نے نہایت بامحاورہ ترجمہ نیگ فرمایا ہے۔

اولئک: میں اشارہ ہے کہ غلطیاں کرنے والے اور پھر اس کا تدارک کرنے والے اجر وثواب سے محروم نہیں رہتے۔ لیکن پہلا گروہ محسنین ومحبوبین کا ہے اور دوسرا تدارک کرنے والے مزدوروں کا ہے، محبوب اور مزدور پر محسن اور متدارک میں بڑا فرق ہے۔ (بیضاوی ۴۴)

(۲۱) یعنی تم سے قبل بہت سی امتیں گزریں اور ان کے طور طریقے گزر چکے اور اللہ تعالیٰ کی عادت بھی ان کے بارے میں معلوم ہے کہ انبیا کی مخالفت اور تکذیب کرنے والے ہلاک ہوتے ہیں اور انبیا کے ماننے والے فلاح پاتے ہیں۔ سنن جمع سنت کی ہے، اس سے مراد وہ واقعات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے کافر امتوں کو سزا دی۔ اور ہوسکتا ہے کہ سنن سے مراد امم ہو کہ سنت عرب کے کلام میں امت کے مرادف بھی آیا ہے۔

سیروا فی الارض: سے مراد یا تو عبرت کے لیے اقوام گزشتہ کے دیار میں جانا ہے یا مراد صرف ذہنی اعتبار سے تفکر و

Scanned with CamScanner

تدبر کی سیر ہے۔(روح ۶۵، بیضاوی ۴۴)

یعنی مسلمانوں کی وقتی شکست کافروں کو اس آخری انجام سے نہیں روک سکتی جو ہمیشہ کفار کا ہوتا رہا ہے۔

(۲۲) ھٰذا: سے مراد قرآن ہے، یعنی قرآن بیان اور ہدایت تمام لوگوں کے لیے ہے، لیکن اس سے فائدہ صرف پرہیزگار اٹھاتے ہیں، یا لہٰذا سے مراد یہ سارا قصہ جو اوپر ہو چکا۔ (مدارک ۱۴۳، بیضاوی ۴۴، روح ۶۵)

(۲۳) یعنی جنگ احد کی شکست سے کمزور اور دل برداشتہ نہ ہو، فتح اور سربلندی تمہارے لیے ہے، اگر تم ایمان پر ثابت قدم رہو، جنگ احد میں ستر مسلمانوں کی شہادت کی وجہ سے جو ضعف اور زخم کی وجہ سے جو کمزوری پیدا ہوگئی تھی، اس کو دفع فرمایا جاتا ہے اور آنے والے زمانہ میں نوید فتح و نصرت دی جاتی ہے۔

(۲۴) جس طرح تم کو تکلیف پہنچی ہے، اسی طرح ان مکہ والوں کو تکلیف پہنچ چکی۔ یہ تسلی اور تسکین کے لیے فرمایا جاتا ہے اور یہود و منافقین کے طعنوں کا جواب ہے، وہ کہتے تھے کہ اگر آپ رسول تھے تو یہ نقصان کیوں اٹھانے پڑے، بدر میں ستر مشرک قتل ہوئے اور ستر زخمی اور ان کو شکست ہوئی تھی، بلکہ خود جنگ احد میں بھی ان کے بیس افراد مارے گئے اور ان کو ابتداءً شکست ہو چکی تھی۔(روح المعانی ۶۸)

قرح کے معنی زخم یا زخم کی تکلیف کے ہیں۔

(۲۵) کبھی کسی کو فتح اور دوسرے کو شکست ہے، کبھی بالعکس۔ اور اس اول بدل، الٹ پھیر میں ہماری حکمتیں پنہاں ہیں، جس کے اسرار سے عام لوگ واقف نہیں ہو سکتے۔ مسلمانوں کی فتح خدا کی عطا ہے اور کافروں کی فتح میں مسلمانوں کا امتحان و ابتلا ہے۔

(۲۶) اور ایام میں باری مقرر کرنے سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کا ل صبر و ثبات اور اخلاص و ایثار سب لوگوں پر ظاہر ہو جائے اور وہ منافقوں سے ممتاز ہو جائیں۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ بعض مسلمانوں کو درجۂ شہادت جو روحانی ترقی معراج اور قرب الٰہی کا خاص مرتبہ ہے، حاصل ہو جائے۔ کافروں کی فتح، ان کی کامیابی و کامرانی کی دلیل یا ان کے برحق ہونے کا نشان نہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں رکھتا، بلکہ یہ وقتی غلبہ محض مسلمانوں کے مدارج کی ترقی کا ذریعہ ہوتا ہے۔

(کبیر ۸۴، بیضاوی ۴۵)

شھداء: جمع شہید کی ہے، اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو شہید اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی روحیں جنت و نعمت کا مشاہدہ کرتی ہیں، یا قیامت میں یہ انبیا و صدیقین کے ساتھ گواہ ہوں گے، یا اس لیے کہ اللہ اور اس کے فرشتوں نے ان کے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے۔(کبیر ۸۵)

(۲۷) مسلمانوں کو گناہوں سے صاف کر دے اور کافروں کو ہلاک کر دے اس طرح کہ اس عارضی کامیابی پر ان کو دھوکا ہو جائے اور چل کر پھرنا کامیاب ہو جائیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ احد کے بعد کسی موقع پر مشرکین مکہ کو مسلمانوں پر فتح حاصل نہ ہو سکی اور وہ ختم ہو گئے۔

تمحیص کے معنی کھوٹ اور میل سے صاف کرنا۔ اور محق کے معنی ہمیشہ ہمیشہ مٹا کر ختم کر دینا ہے۔

(روح المعانی ۷۸)

□□□

ضیائے حدیث

(از: حضور محدث کبیر مدظلہ العالی)

پیشکش: مولانا محمد احمد برکاتی

(۸) حدثنا عبد اللہ بن محمد الجعفی قال حدثنا ابو عامر العقدی قال حدثنا سلیمان بن بلال عن عبد اللہ بن دینار عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الایمان بضع وستون شعبۃ والحیآء شعبۃ من الایمان۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ راوی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں اور حیاء بھی انہیں میں سے ہے۔

تشریح:۔ عبد اللہ بن محمد جعفی نے کہا ہمیں حدیث سنائی ابو عامر عقدی نے کہ ہمیں حدیث سنائی سلیمان بن بلال نے عبد اللہ بن دینار سے روایت کر کے وہ ابو صالح سے وہ حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا:

"الایمان بضع وستون شعبۃ والحیاء شعبۃ من الایمان"

ایمان کے ساٹھ سے زیادہ شعبے ہیں، بضع کا لفظ تین سے لے کر نو تک کے لیے آتا ہے، مطلب یہ ہوا کہ انہتر شعبے ہیں، یہاں پر "بضع وستون" یا مسلم کی روایت میں "بضع وسبعون" وغیرہ آئے یہ تعداد کے لیے نہیں ہے بلکہ کثرت کے لیے ہے جیسے فرمایا:

"ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم"۔

کہ اگر آپ ان کے یعنی منافقین و مشرکین کے لیے ستر بار بھی استغفار کریں گے تو اللہ ان کی مغفرت نہ کرے گا، اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ستر بار میں تو مغفرت نہیں کرے گا اکہتر بار ہو جائے تو مغفرت فرمائے گا بلکہ کثیر تعداد میں بھی آپ کریں (تو بھی اللہ مغفرت نہیں فرمائے گا) کثرت مراد ہے، یہ تو عرف میں بھی ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں "پچاس مرتبہ کہہ دیا مانتے ہی نہیں" اس سے بیان کثرت مقصود ہے، تو "بضع وستون" سے یہاں تعداد مراد نہیں ہے کہ اس کو گنا جائے جیسے دمیاطی اور امام بیہقی وغیرہ نے شعب الایمان نام کی کتابیں لکھیں اور یہ اشارہ کیا کہ یہ اناسی ہو گئے مگر جتنے لوگوں نے بھی اس کو شمار کیا سب جمع کر لیں تو وہ کئی سو ہو جائیں کیونکہ جتنے محدثین ہیں بعض شعبوں پر تو ان کی روایتیں متفق ہیں اور بعض شعبے ان کے ایک میں الگ ہیں اور دوسرے میں الگ ہیں تو اگر سب جمع کر لیا جائے تو سیکڑوں ہو جائیں، لہٰذا یہاں پر گنتی مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود

بیان کثرت ہے۔

"والحیاء شعبة من الایمان" اور حیا ایمان کا ایک عظیم شعبہ ہے، اس کو الگ بیان کیا یہ بتانے کے لیے کہ حیا ایک ایسا شعبہ ہے جس کا تعلق ہر شعبے سے ہے کہ اگر حیا ہوگی تو آدمی ہر نیک عمل کو کرے گا اور اگر حیا نہیں ہوئی تو "اذا لم تستحی فاصنع ماتشاء" حیا آدمی کو گناہوں سے روکتی بھی ہے اور نیکیوں کی ترغیب بھی دیتی ہے اس بنا پر حیا کو ایک الگ شعبہ کے طور پر بیان کیا گیا یہ تخصیص بعد التعمیم ہوئی کہ ادھر بہت سے شعبے ہیں ان میں سے ایک خاص شعبہ کو الگ سے بیان کیا اس کی خصوصیت بیان کی۔

یہاں پر حیا سے حیاء لغوی مراد نہیں ہے یعنی "انکسار النفس عما یعاب علیه عند الناس" لوگوں کی نظر میں جو چیز عیب ہوتی ہے اس کے کرنے کا خیال آنے پر آدمی کے اوپر ایک کیفیت انکساری یعنی ترک فعل کے لیے ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے اسی کو حیا کہتے ہیں، وہ حیا یہاں پر مراد نہیں ہے بلکہ حیاء شرعی مراد ہے اس میں یہ ہونا چاہیے کہ عند اللہ جو عیب ہے اس پر انکسار نفس ہو۔

امام بخاری نے اجمالی طور پر ایمان کے شعبوں کو کثیر تعداد میں ہونے کا امور الایمان کے باب میں بیان کیا۔ اب ان چیزوں کو الگ ابواب میں بھی شمار کر رہے ہیں اس میں ایک شعبہ یہ ہے "المسلم من سلم المسلمون"۔

(۴) باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده۔

مسلمان وہ ہے کہ مسلمانوں کو اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے سلامتی حاصل ہو۔

(۹) حدثنا آدم ابن ابی ایاس قال حدثنا شعبة عن عبد الله بن ابی السفر و اسمعیل عن الشعبی عن عبد الله ابن عمرو عن النبی صلی الله علیه وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده والمهاجر من هجر مانهی الله عنه قال ابو عبد الله و قال ابو معاویة حدثنا داؤد بن ابی هند عن عامر قال سمعت عبد الله بن عمر ویحدث عن النبی صلی الله علیه وسلم وقال عبد الاعلی عن داود عن عامر عن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم۔

ترجمہ:۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے گزند) سے مسلمان محفوظ رہیں حقیقی مہاجر وہ ہے جو ان تمام چیزوں سے پرہیز کرے جن سے اللہ نے منع کیا ہے۔

تشریح:۔ آدم بن ابی ایاس نے کہا ہمیں حدیث سنائی شعبہ نے اور انھوں نے دو بزرگوں سے روایت کی ایک عبد اللہ بن ابی السفر سے اور ایک اسماعیل بن خالد سے اور ان دونوں حضرات نے عامر شعبی سے، امام عامر شعبی تابعین میں سے ہیں اور امام اعظم کے شیوخ میں ہیں، عامر شعبی نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں یعنی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کو کوئی اذیت نہ پہنچائے۔

یہاں پر یہ بتانا مقصود ہوا کہ اعمال دو طرح کے ہوتے ہیں کچھ تو فعلی ترکی اور فعلی میں وہ ہوتے ہیں جو آدمی

کے دل کی قوت سے ادا ہوتے ہیں جیسے محبت نفرت ہمدردی وغیرہ یہ سب دل میں پیدا ہوتے ہیں اور دل سے وہ کام کیے جاتے ہیں کچھ کام آدمی اپنی قوت بدنی سے کرتا ہے کچھ وہ جو قوت لسانی سے کرتا ہے تو ان سب کو الگ الگ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

یہاں پر ایک فعل ترک بیان کیا کہ مسلمانوں کو اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے کوئی اذیت نہ پہنچنے دے یعنی لوگوں پر ظلم کرنے سے اپنے آپ کو بچائے۔

اس میں زبان کو مقدم رکھا گیا کہ اس کی ایذا قریب اور بعید، حاضر اور غائب سب کو یہاں تک کہ موجود اور معدوم سب کو پہنچتی ہے کہ آدمی مرے ہوئے آدمی کو جو دفن ہو گیا ہے اس کو نہ مار سکتا ہے نہ اس سے کوئی چیز چھین سکتا ہے البتہ اس کو گالی دے سکتا ہے، اس طرح پر وہ سلامت نہ رہا اور ہاتھ کی ایذا قریب ہی کے لوگوں کو ہو سکتی ہے دور کے لوگوں کو نہیں ہو سکتی تو یہاں پر ہاتھ ہی مراد نہیں ہے بلکہ قوت مراد ہے "اید" ہی سے مشتق ہوا "تائید" تقویت پہنچانا، اس میں یہ نہیں ہے کہ زبان اور ہاتھ سے تو اذیت نہ پہنچنے دے مگر پیر خوب چلائے یہ معنی نہیں ہے، بلکہ زبان سے بھی اور اپنی قوت بدنی سے بھی اس کو محفوظ رہنے دے۔

"والمهاجر" اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کے روکے ہوئے کاموں کو چھوڑ دے یعنی اللہ نے جن کاموں سے روک دیا ان کاموں سے باز رہے، یہاں پر مہاجر سے مراد یہ نہیں ہے کہ جو آدمی گناہوں سے پرہیز کرتا ہو وہ سب مہاجرین میں شامل ہو جائیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ مہاجر کامل وہی ہے جو کہ ہجرت بھی کرے اور تمام منہیات سے پرہیز بھی رکھے۔

"قال ابو عبدالله" امام بخاری کہتے ہیں عامر شعبی مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ متصل کے حکم میں نہیں ہوتا تو "عامر عن عبدالله" یہ عنعنہ ہے، اس لیے امام بخاری کہتے ہیں کہ یہاں تو عنعنہ ہے مگر ابو معاویہ نے ہمیں حدیث سنائی داؤد بن ابی ہند سے روایت کر کے وہ عامر شعبی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا "سمعت عبد الله بن عمرو" تو ایک روایت سے سماع ثابت ہو گیا، اب یہ حدیث عنعنہ تدلیس سے محفوظ ہو گئی تو عنعنہ میں عبداللہ بن عمرو سے ان کا سماع اس حدیث میں ثابت ہے۔

"وقال عبد الاعلى" اور جب عبد الاعلیٰ نے اس حدیث کو داؤد بن ہند سے روایت کیا "عن عامر" تو پھر یہ عنعنہ ہے، مطلب یہ ہے کہ کبھی کبھی اس روایت کو عنعنہ کرتے تھے اور کبھی سمعت کا لفظ بھی استعمال کرتے کہ ڈائریکٹ ان سے سنی بیچ میں کوئی راوی ان سے چھوٹ نہیں رہا ہے اس لیے یہ حدیث معتبر ہے۔

(۸) حدثنا عبد الله بن محمد الجعفی قال ثنا ابو عامر العقدی قال ثنا سلیمان بن بلال عن عبد الله بن دینار عن ابی صالح عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال الایمان بضع وستون شعبة والحیآء شعبة من الایمان۔

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ راوی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں اور حیاء بھی انہیں میں سے ہے۔

تشریح:- عبد اللہ بن محمد جعفی نے کہا ہمیں حدیث

سنائی ابو عامر عقدی نے کہ ہمیں حدیث سنائی سلیمان بن بلال نے عبد اللہ بن دینار سے روایت کر کے وہ ابو صالح سے وہ حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا:

"الایمان بضع وستون شعبة والحیاء شعبة من الایمان"

ایمان کے ساٹھ سے زیادہ شعبے ہیں، بضع کا لفظ تین سے لے کر نو تک کے لیے آتا ہے، مطلب یہ ہوا کہ انہتر شعبے ہیں، یہاں پر "بضع وستون" یا مسلم کی روایت میں "بضع وسبعون" وغیرہ آئے یہ تعداد کے لیے نہیں ہے بلکہ کثرت کے لیے ہے جیسے فرمایا:

"ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم"۔

کہ اگر آپ ان کے یعنی منافقین ومشرکین کے لیے ستر بار بھی استغفار کریں گے تو اللہ ان کی مغفرت نہ کرے گا، اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ستر بار میں تو مغفرت نہیں کرے گا اکہتر بار ہو جائے تو مغفرت فرمائے گا بلکہ کثیر تعداد میں بھی آپ کریں (تو بھی اللہ مغفرت نہیں فرمائے گا) کثرت مراد ہے، یہ تو عرف میں بھی ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں "پچاس مرتبہ کہہ دیا مانتے ہی نہیں" اس سے بیان کثرت مقصود ہے، تو "بضع وستون" سے یہاں تعداد مراد نہیں ہے کہ اس کو گنا جائے جیسے دمیاطی اور امام بیہقی وغیرہ نے شعب الایمان نام کی کتابیں لکھیں اور یہ اشارہ کیا کہ یہ اناسی ہو گئے مگر جتنے لوگوں نے بھی اس کو شمار کیا سب جمع کر لیں تو وہ کئی سو ہو جائیں کیونکہ جتنے محدثین ہیں بعض شعبوں پر تو ان کی روایتیں متفق ہیں اور بعض شعبے ان کے ایک میں الگ ہیں اور دوسرے میں الگ ہیں تو اگر سب جمع کر لیا جائے تو سیکڑوں ہو جائیں، لہٰذا یہاں پر گنتی مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود بیان کثرت ہے۔

"والحیاء شعبة من الایمان" اور حیا ایمان کا ایک عظیم شعبہ ہے، اس کو الگ بیان کیا یہ بتانے کے لیے کہ حیا ایک ایسا شعبہ ہے جس کا تعلق ہر شعبے سے ہے کہ اگر حیا ہوگی تو آدمی ہر نیک عمل کو کرے گا اور اگر حیا نہیں ہوئی تو "اذا لم تستحی فاصنع ماتشاء" حیا آدمی کو گناہوں سے روکتی بھی ہے اور نیکیوں کی ترغیب بھی دیتی ہے اس بنا پر حیا کو ایک الگ شعبہ کے طور پر بیان کیا گیا یہ تخصیص بعد التعمیم ہوئی کہ ادھر بہت سے شعبے ہیں ان میں سے ایک خاص شعبہ کو الگ سے بیان کیا اس کی خصوصیت بیان کی۔

یہاں پر حیا سے حیاء لغوی مراد نہیں ہے یعنی "انکسار النفس عما یعاب علیه عند الناس" لوگوں کی نظر میں جو چیز عیب ہوتی ہے اس کے کرنے کا خیال آنے پر آدمی کے اوپر ایک کیفیت انکساری یعنی ترک فعل کے لیے ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے اسی کو حیا کہتے ہیں، وہ حیا یہاں پر مراد نہیں ہے بلکہ حیاء شرعی مراد ہے اس میں یہ ہونا چاہیے کہ عند اللہ جو عیب ہے اس پر انکسار نفس ہو۔

امام بخاری نے اجمالی طور پر ایمان کے شعبوں کو کثیر تعداد میں ہونے کا امور الایمان کے باب میں بیان کیا۔ اب ان چیزوں کو الگ ابواب میں بھی شمار کر رہے ہیں اس میں ایک شعبہ یہ ہے "المسلم من سلم المسلمون"۔

□□□

ضیائے فقہ وفتاویٰ

دارالافتاء جامعہ امجدیہ رضویہ

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیلیہ کے متعلق:

(۱) کریڈٹ کارڈ (Credit Card) کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ کن صورتوں میں کریڈٹ کارڈ کا استعمال کیا جا سکتا ہے؟

(۲) موبائل، گاڑی، فریز ودیگر مصنوعات وغیرہ کو ای ایم آئی (EMI) پر لینا کیسا؟ اور کن صورتوں میں مصنوعات کو ای ایم آئی پر لینا جائز ہے اور کن صورتوں میں لینا جائز نہیں؟

مدلل ومفصل جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: عامر سہیل رضوی

آزادنگر، بجرڈیہہ، بنارس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب:۔ کریڈٹ کارڈ بینک کی طرف سے جاری ہونے والا ایک کارڈ ہے، جس کے ذریعہ قرض لینے، شاپنگ کرنے کا کام ہوتا ہے، بینک جب کسی شخص کو کریڈٹ کارڈ جاری کرتا ہے تو اس سے عہد و پیمان لیتا ہے کہ اگر آپ اس کارڈ کے ذریعہ قرض لیتے ہیں، یا خریداری کرتے ہیں اور مدت مقررہ پر قرض ادا کر دیتے ہیں فبہا اصل قرض کی رقم ہی آپ کو دینی ہوگی ورنہ طے شدہ اضافی رقم بھی ادا کرنی ہوگی اور ظاہر ہے کہ بلاضرورت شرعیہ زائد رقم یعنی سود کا لینا اور دینا دونوں ناجائز وحرام ہے۔فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''سود جس طرح لینا حرام ہے، یوں ہی دینا بھی حرام ہے، جب تک سچی حقیقی مجبوری نہ ہو''۔(ج ۷ ص ۹۳)

اسی میں ہے:''سود لینا مطلقاً، عموماً، قطعاً سخت کبیرہ ہے اور سود دینا اگر بضرورت شرعی ومجبوری ہو تو جائز ہے''۔(ج ۷ ص ۱۱۰)

لہٰذا مسلم کارڈ ہولڈر اس عزم کے ساتھ کارڈ لے کہ وقت مقرر کے اندر ہی رقم قرض ادا کر دے گا اور اسی پر عامل رہے تو جائز ہے، یا انکم ٹیکس سے بچاؤ کے لیے کارڈ استعمال کرے اور اس میں رقم زائد ادا کرنی پڑے تو اگر انکم ٹیکس میں دی جانے والی رقم سود میں دی جانے والی رقم سے زائد ہو تو بھی جائز ہے۔الاشباہ والنظائر میں ہے:

''ان من ابتلی ببلیتین، وهما متساویتان یاخذ بایتهما شاء وان اختلفا یختار أهونهما، لان مباشرة الحرام لاتجوز الا للضرورة، ولا ضرورة فی حق الزیادة''۔(ج ۱/ص ۲۶۱)

الحاصل کریڈٹ کارڈ خواہ قرض لینے، خریداری کرنے کے لیے ہو، جس صورت میں قرض سے زائد رقم دینی پڑے ناجائز وگناہ ہے، ورنہ جائز ہے اور اگر بینک سے قرض لے کر انکم ٹیکس سے بچنے کے لیے ایسا کرے تو اگر یہ بچت سود میں دی جانے والی رقم سے

Scanned with CamScanner

زائد ہو تو جائز ہے ورنہ یہ بھی ناجائز ہے۔ واللہ اعلم

(۲) ادھار بیع کی جملہ شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے اگر ای ایم آئی پر اشیا کی بیع وشرا کی جائے تو جائز ودرست ہے کہ یہ بیع بالتقسیط ہے جو ادھار بیع ہی کی ایک شکل ہے۔ درمختار میں ہے:

"وشرط لصحته معرفة قدر مبيع وثمن"۔ (ج۷ص۴۸)

اسی میں ہے: "وصح بثمن حال وهو الاصل ومؤجل الى معلوم لئلا يفضى الى النزاع"۔ (ج۷ص ۵۲)

ہدایہ میں ہے: "ويجوز البيع بثمن حال ومؤجل اذا كان الاجل معلوما لاطلاقه قوله تعالى احل الله البيع وعنه عليه السلام انه اشترى من يهودى طعاما الى اجل ورهنه درعه"۔ (ھدایہ دوم ص ۲۱)

بیع میں قسط مقرر کرنا جو بیع ہی کی ایک قسم ہے جائز ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"فاقول نعم يجوز اذا قصدا البيع حقيقة دون القرض وذالک لان البيع جائز والتفاضل جائز والتاجيل جائز كما حققنا كل ذالک وما التنجيم الانواع من التاجيل۔ اقول: ہاں جائز ہے، جب کہ حقیقتاً دونوں بیع کا ارادہ کریں نہ کہ قرض کا، اس لیے کہ بیچنا جائز ہے اور کمی بیشی جائز ہے اور مدت معین پر ادھار جائز ہے، جیسا کہ ہم سب باتوں کی تحقیق بیان کر آئے اور قسط بندی بھی ایک قسم کی مدت ہی معین کرنا ہے"۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۱۹۱)

حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی فتاویٰ امجدیہ میں تحریر فرماتے ہیں: "بیع میں ثمن کا معین کرنا ضروری ہے۔ اور جب ثمن معین کردیا جائے تو بیع چاہے نقد ہو یا ادھار سب جائز ہے، اور یہ بھی ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی چیز کم یا زیادہ جس قیمت پر مناسب جانے بیع کرے، تھوڑا نفع لے یا زیادہ، شرع سے اس کی ممانعت نہیں"۔ (ج ۳ ص ۱۸۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

استکتبہ

محمد ابوالحسن قادری غفرلہ

خادم الافتا جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

۲۵ / جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے کبھی بھی واٹس ایپ انسٹال کی یا استعمال کی تو تجھے تین طلاق۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب زید چاہتا ہے کہ اس کی بیوی واٹس ایپ انسٹال کرے اور استعمال کرے تو کیا زید کی بیوی واٹس ایپ انسٹال کر کے استعمال کرسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: سراج الدین۔ مہوتری نیپال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں زید کی بیوی دوران زوجیت واٹس ایپ انسٹال اور استعمال ہرگز نہیں کرسکتی ہے، اگر انسٹال کرے گی یا استعمال کرے گی خواہ خود انسٹال کر کے استعمال کرے یا دوسرا شخص انسٹال کر کے دے تو جب شرائط یعنی واٹس ایپ انسٹال کرنا یا استعمال کرنا پایا جائے گا تو زید کی بیوی پر تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی۔ بدائع الصنائع میں ہے:

"حكم هذا اليمين وقوع الطلاق المعلق عند وجود الشرط حتى اذا يوجد الشرط فيقع الطلاق والا فلا، اھ"۔ (ج ۱ ص ۵۰)

ہندیہ میں ہے: "واذا اضاف الطلاق الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا مثل ان يقول لامرأته ان دخلت

الدار انت طالق"۔ (ج ۱ ص ۴۲۰)

اور ایسی صورت میں عورت مغلظہ ہوجائے گی اور بغیر حلالہ زید کے لیے حلال نہ رہے گی، البتہ اگر بعد حلالہ دوبارہ نکاح کرلے اور واٹس ایپ استعمال کرے تو اب دوبارہ طلاق نہ پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره"۔ (سورۂ بقرۃ، بارہ ۲)

درمختار میں ہے: "اعلم ان التعليق يبطل بزوال الحل لا بزوال الملك فلو علق الثلث بدخول الدار ثم نجز الثلث ثم نكحها بعد التحليل بطل التعليق فلا يقع بدخولها شیء، اھ"۔ (ج ۴ ص ۵۹۹)

بہار شریعت میں ہے:

"اگر وہ عورت بعد حلالہ پھر اس کے نکاح میں آئی، اب پھر اس کے گھر گئی تو طلاق واقع نہ ہوگی، ہاں اگر یوں کہا ہے کہ جس جس وقت تو یہ کام کرے تجھ پر طلاق ہے کہ یہ الفاظ بھی عموم کے واسطے ہیں، لہٰذا ایک بار میں تعلیق ختم نہ ہوگی"۔ (ص ۲ ص ۱۵۱)

البتہ وقوع طلاق ثلاثہ سے بچنے کی ایک صورت یہ ہے کہ زید اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دے دے، بعد عدت اب عورت واٹس ایپ انسٹال کر کے استعمال کرے، پھر زید اس سے نکاح کرے تو اب واٹس ایپ استعمال کرنے سے طلاق نہیں پڑے گی، لہٰذا اب زید صرف دو طلاق کا مالک رہے گا اور اگر دو طلاق دی تو صرف ایک طلاق کا مالک رہے گا، مگر عموم کے الفاظ استعمال کیے ہوں تو یہ حیلہ کام نہیں دے گا۔ (خلاصہ بہار شریعت)

درمختار میں ہے: "وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن ان وجد في الملك طلقت والا لا، فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار ان يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها"۔ (ج ۴ ص ۶۰۹)

واللہ تعالیٰ اعلم

استکتبہ

محمد ابوالحسن قادری غفرلہ

خادم الافتا جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

۳ ربیع الغوث ۱۴۴۵ھ

مسئلہ:۔ جو لوگ شادی، بیاہ، ختنہ وعقیقہ ودیگر خوشی کے مواقع میں ڈی جے، باجا، ناچ اور جو خلاف شرع کام کرتے ہیں، انکے یہاں شرکت کرنا، نکاح پڑھانا اور دعوت ولیمہ میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ اور جو حضرات نکاح پڑھاتے ہیں، ان پر شرع کا کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

فقط والسلام

قاری شمس الدین رضا نگر

خطیب وامام غوثیہ جامع مسجد بڑکا گاؤں

پیاگ نور ضلع بہرائچ شریف یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب:۔ شادی، بیاہ، ختنہ وعقیقہ کسی بھی دینی یا دنیاوی تقریب میں ڈھول باجا بجوانا، گانا اور ناچ کرانا یا دیگر منکرات وفواحش کرانا حرام ہے۔ ایسی تقریبات میں شریک ہونا گناہ، نکاح پڑھانے کے لیے جانا بھی ممنوع ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"یہ گانے باجے کہ ان بلاد میں معمول و رائج ہیں، بلا شبہ ممنوع و ناجائز ہیں"۔ (چند سطور کے بعد) "جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں،

اگر نادانستہ شریک ہو گئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں اور ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو سب مسلمان مردوں، عورتوں پر لازم ہے کہ فوراً فوراً اسی وقت اٹھ جائیں اور اپنی جورو، بیٹی، ماں، بہن کو گالیاں نہ دلوائیں، فحش نہ سنوائیں، ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہوں گے اور غضب الٰہی سے حصہ لیں گے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین زنہار زنہار اس معاملے میں حقیقی بہن بھائی بلکہ ماں باپ کی بھی رعایت ومروت روا نہ رکھیں کہ **"لا طاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالی"**۔ (فتاویٰ رضویہ نہم حصہ اول ص ۷۷)

ایسی شادی کے ولیمہ میں بھی شریک نہ ہوں، جو لوگ ایسی شادی اور ولیمہ، عقیقہ میں شامل ہوتے ہیں، شدید گنہگار، معصیت کار ٹھہرتے ہیں۔ فسق وفجور کی اشاعت میں مددگار بنتے ہیں، جو حرام ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

"ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"۔

لہٰذا اس قسم کی تقریبات میں برضا ورغبت شریک ہونے والے فاسق ومجرم ہیں، توبہ کریں ورنہ اُن کی اقتدا ممنوع، ان کو ابتدا بالسلام ممنوع، ان کی تعظیم وتوقیر ممنوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

محمد ابوالحسن قادری غفرلہ

خادم دارالافتاء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

۲۳ / جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام درج ذیل مسئلہ میں کہ:

ایک تنظیم کی طرف سے بلڈ ڈونیٹ کیمپ (Blood Donate Camp) لگوایا گیا اور لوگوں کے درمیان اعلان کیا گیا کہ حضرت ٹیپو سلطان شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کے لیے بلڈ ڈونیٹ (Blood Donate) کریں، جبکہ تنظیم والے اس خون کو اپنے پاس جمع نہیں کرتے، بلکہ ہاسپٹل کے بلڈ بینک (Blood Bank) میں جمع کرواتے ہیں اور خون دینے والوں کو اپنی طرف سے شناختی کارڈ دیتے ہیں، تاکہ وہ اپنی ضرورت کے وقت اس بلڈ بینک سے کارڈ کے ذریعہ خون کو حاصل کر سکیں اور ہاسپٹل کے بلڈ بینک کا حال یہ ہے کہ اس کا جمع کردہ خون نہیں دیتے بلکہ جو خون ان کے پاس پہلے سے رکھا گیا ہے، اس کو دیتے ہیں اور اس میں مسلمان کی تخصیص نہیں ہے، بلکہ کفار کو بھی دیتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) کیا بلا ضرورت بلڈ ڈونیٹ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اور کسی بھی تنظیم کی طرف سے بلڈ ڈونیٹ کیمپ لگوانا اور اس خون کو جو کیمپ میں جمع کیا گیا، اسے ہاسپٹل کے بلڈ بینک میں بھجوانا اور اس امر کو کسی بزرگ کی طرف بطور ایصال ثواب منسوب کرنا کیسا ہے؟

(۳) اور اس طرح کے کسی بھی بلڈ ڈونیٹ کیمپ میں مسلمانوں کا جاکر خون دینا کیسا ہے؟

(۴) اور کیا ایک مسلمان کسی کافر کو خون دے سکتا ہے؟

مدلل اور مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد اشتیاق احمد ضیائی

رانی بنور ضلع ہاویری، کرناٹک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب:۔ (۱) خون نجاست غلیظہ ہے، اگر مسفوح ہے۔ نور الایضاح میں ہے:

"فالغلیظة کالخمر والدم المسفوح ولحم المیتة واھابھا وما ینقض الوضوء بخروجه من بدن الانسان"۔ (ص ۴۰) **وکذا فی الفتاویٰ الھندیه۔**

اور نجس چیز کا استعمال حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغیر الله، الخ"۔ (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۴۳)

اور حضرت ابو ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا تو اس بدن پاک سے جو خون مبارک نکلا وہ میں نے پی لیا تو رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تنبیہاً فرمایا:

"اما علمت ان الدم کله حرام ومرتهن وان الدم کله حرام مرتهن لاتعد الی ذلک"۔

کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ خون سب کے سب حرام اور رہن ہے، خون سب کے سب حرام اور رہن ہے دوبارہ ایسا نہ کرنا اور اجماع بھی ہے کہ خون حرام ونجس ہے۔ چنانچہ تفسیر خازن میں ہے: **"اتفق العلماء علی ان الدم حرام نجس لا یؤکل ولا ینفع به"۔** (ج ۱ ص ۱۲۰)

اور عمدۃ الرعایہ میں ہے: خون نجس حرام۔ (ص ۴۷)

اور ظاہر ہے کہ کسی کو نجاست غلیظہ تحفہ یا تبرک کے طور پر دینا یا کہیں کارِ ثواب سمجھ کر جمع کرنا ہرگز ہرگز کارِ خیر یا عمل صواب نہیں ہوسکتا، فقہ کے قاعدہ سے بھی اس کی ممانعت ہوتی ہے:

"ما حرم اخذہ حرم اعطاءہ"۔ (الاشباہ ص ۳۹۱، قاعدہ نمبر ۱۴)

اور کسی کا خون بلا ضرورت صحیحہ محققہ لینا، اپنے بدن میں چڑھوانا جائز نہیں تو بلیڈ بینک میں جمع کرنا کسی طرح ضرورت وحاجت میں نہیں آتا، پھر یہ کارِ ثواب یا جائز کیسے ہوسکتا ہے؟ علاوہ ازیں بندہ اپنے اعضاء وجوارح اور بدن کے ہر حصے کا محض امین و نگراں ہے، وہ اپنے کسی بھی عضو کو ہبہ وتبرع اور تصدق نہیں کرسکتا اور بیچ بھی نہیں سکتا۔ ملتقی الابحر ومجمع الانھر میں ہے:

الصدقة کالھبة لانه تبرع مثلها فاذا کان کذالک لاتصح الصدقة بدون القبض بل لا بد من کونها مقبوضة کالھبة"۔ (ج ۲/ص ۵۳)

کہ صدقہ بے قبضہ مالکانہ کے صحیح نہیں ہوتا، بلکہ مقبوض ہونا ضروری ہے۔

الحاصل بلڈ بینک میں خون جمع کرنا، اس میں دینا جائز نہیں کہ اللہ کی امانت میں تصرف بے جا کرنا، اسے ضائع بھی کرنا ہے، متعدد قبائح کا ارتکاب کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب نمبر (۲) مذکورہ سارے اعمال محض گناہ، ناجائز غضب الٰہی کے باعث ہیں، پھر اعمالِ معصیت کو کارِ ثواب وکارِ خیر سمجھنا خطائے فاحش گناہِ عظیم ہے، اسے کسی بزرگ کے ایصالِ ثواب کے لیے انجام دینا اور لوگوں کو اسی نام پر خون دینے کی ترغیب کرنا کس قدر جرأت؟ اور شریعت سے لاتعلقی ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

بلڈ بینک میں خون دینے والے، خون دینے کی ترغیب کرنے والے، توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب نمبر (۳) ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب نمبر (۴) نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

محمد ابوالحسن قادری غفرلہ

خادم الافتا جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

۱۶/ ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ

۲۲/ نومبر ۲۰۲۱ء

□□□

قاضی اسلام اور حدودِ قضا

از حضور محدث کبیر

اعلیٰ حضرت پورے غیر منقسم ہندوستان کے قاضی اسلام تھے، اس کے باوجود آپ نے اپنے فیصلۂ دربارۂ رویت ہلال کو صرف اپنے شہر قضا تک محدود رکھا۔ مگر اب بعض شہروں کے قاضی حضرات دربارۂ رویت ہلال اپنے اعلان کو پورے صوبہ یا ملک میں نافذ کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ حالاں کہ نہ صرف قاضی شہر بلکہ قاضی القضاۃ یا پورے ملک کے قاضی کا فیصلہ بھی طرق موجبہ اختیار کیے بغیر حدود قضا کے باہر ہرگز نافذ العمل نہ ہوگا۔ اس حوالے سے تقریباً بیس سال قبل لکھا گیا افقہ الفقہاء حضور محدث کبیر دام ظلہ علینا کا ایک بصیرت افروز مقالہ اہل علم وعقل کی خدمت میں پیش ہے۔ پڑھیں، محظوظ ہوں، اور عمل کی کوشش کریں۔ (ادارہ)

باسمہ تعالیٰ و بحمدہ والصلوٰۃ علی نبیہ

محب گرامی قدر مولانا شمشاد احمد صاحب زید حبکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہ اکتوبر ۲۰۰۳ء سے میں مسلسل سفر میں ہوں اور ایک جگہ چند دنوں تک ٹھہرنے کا موقعہ بھی میسر نہیں ہے کہ اسی دوران بذریعہ فیکس آپ کا استفتا ''دربارۂ ثبوتِ ہلال'' حضرت تاج الشریعہ علامہ اختر رضا صاحب قادری ازہری مدظلہ العالی کے مدلل جواب کے ساتھ وصول ہوا۔ حضرت موصوف کا جواب بہت پسند آیا، میں بے کم وکاست اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ البتہ یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ قدرے توضیح اور ازالۂ شبہات بھی ہوجائے۔ سفر میں ہر بات کا حوالہ کتابوں سے مہیا کرنا مشکل ہے، لیکن اکثر کا ثبوت حضرت علامہ ازہری صاحب مدظلہ العالی کے فتویٰ میں موجود ہے۔

اللہم ہدایۃ الحق والصواب: فقہ کی کتابوں میں کئی ایسے صریح جزئیات موجود ہیں کہ پورے ملک کا قاضی مقرر ہوسکتا ہے۔ ''قاضی القضاۃ'' اور پورے ملک کے قاضی کے لفظ سے بعض فضلا کو یہ وہم ہوا کہ ایسے قاضی کا حکم اور اعلان کسی دوسرے طریق موجب کو اختیار کیے بغیر بھی پورے ملک کو محیط ہوگا، حالاں کہ فقہائے کرام نے نہ کہیں اس امر کی تصریح فرمائی اور نہ ہی کسی جزئیہ سے یہ امر مستفاد ہوتا ہے، بلکہ تصریحات مشائخ اس کے برخلاف ہیں۔ چنانچہ عالمگیری میں ہے:

''ذکر فی کتاب الاقضیۃ ان کتب الخلیفۃ الی قضاتہ اذا کان الکتاب فی الحکم بشہادۃ شاہدین شہدا عندہ بمنزلۃ کتاب القاضی الی القاضی لا یقبل الا بالشرائط التی ذکرناہا، واما کتاب انہ ولی فلانا او

عزل فلانا فيقبل عنه بدون تلک الشرائط ويعمل المکتوب اليه اذا وقع في قلبه انه حق ويمضي عليه وهو نظير کتاب ساير الرعايا بشيء من المعاملات فانه يقبل بدون الشرائط ويعمل به المکتوب اليه اذا وقع في قلبه انه حق فکذا ههنا"۔ (هنديه ج۳/ص ۳۹۶)

یعنی خلیفہ نے اپنے قاضیوں کو خط لکھا تو اگر یہ خط کسی ایسے فیصلہ سے متعلق ہے جو گواہوں کی گواہی سے اس نے کیا تو وہ خط کتاب القاضی الی القاضی کے زمرہ میں آئے گا اور کتاب القاضی الی القاضی کی مذکورہ شرطوں کے بغیر قبول ہی نہ کیا جائے گا۔ لیکن خلیفہ کا وہ خط (جو انتظام مملکت سے متعلق ہے) کہ اس نے فلاں کو والی بنایا، فلاں کو معزول کیا تو وہ ان شرائط کے بغیر بھی قبول کیا جائے گا اور مکتوب الیہ کا دل اگر اس خط کے صحیح ہونے پر مطمئن ہو تو وہ اس پر عمل کرے اور اسے نافذ کرے۔

مذکورہ بالا جزئیہ میں جو قاعدہ بیان ہوا، اس سے چند امور روشن ہوئے۔

(۱) خلیفۃ المسلمین جو پورے ملک کا حاکم و قاضی ہو اس کا مکتوب دربارۂ فصل مقدمات دوسرے شہر میں پہنچے تو اس کی حیثیت کتاب القاضی کی ہے، اس کا یہ مکتوب دوسرے شہر میں شرائط کتاب القاضی الی القاضی کے تحقق کے بغیر ہرگز لائق قبول نہ ہوگا۔

(۲) معاملات و انتظام مملکت سے متعلق بھی خلیفہ کا خط اسی صورت میں مقبول و قابل دلیل ہوگا جب کہ قاضی مطمئن ہو کہ یہ خط خلیفہ ہی کا ہے یعنی قاضی کو ظن عرفی حاصل ہو جائے کہ یہ مکتوب خلیفہ ہی کا ہے تو اسے قبول کرے اور نافذ بھی کرے۔

(۳) قاضی القضاۃ اور خلیفہ پر لازم ہے کہ فصل مقدمات، حکم بالشہادات یا شہادات کو دیگر بلاد ملک میں نافذ کرنے کے لیے انھیں بلاد کے قاضیوں کو واسطہ بنائیں اور اس کے لیے طرق موجبہ ہی کا سہارا لیں۔

(۴) قاضی القضاۃ کی طرف سے اگر شہادات یا حکم بالشہادات کسی دوسرے شہر کے قاضی کے پاس پہنچیں تو ان میں اس قاضی کا ظن عرفی ہرگز معتبر نہیں، بلکہ وہ ظن شرعی لازم ہے جو شہادات جیسے امور پر موقوف ہے۔

اعلیٰ حضرت جو پورے غیر منقسم ہندوستان کے قاضی تھے اور سلطان اسلام کے حکم میں تھے، انھوں نے خود اپنے پرچۂ اعلان ثبوت ہلال کے بارے میں تحریر فرمایا کہ:

''بعض لوگوں نے (اعلان ہلال کے مکتوب کو) پیلی بھیت کے لیے چاہا (جو بریلی سے صرف پچاس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے) تو انھیں جواب دیا گیا کہ جب تک دو شاہد عادل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا اور بلادِ بعیدہ کو کیوں کر بھیجے جاتے''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴/ص ۵۳۲)

اس کا صاف معنی ہے کہ قاضی القضاۃ یا قاضی جمیع امصار کا اعلان صرف اسی شہر و حوالی شہر میں معتبر ہے جہاں اس نے فیصلہ کیا ہے دیگر بلاد میں اس کا کوئی اعلان معتبر نہ ہوگا، بلکہ اس کو موثر بنانے کے لیے کوئی دوسرا طریق موجب اختیار کرنا پڑے گا۔

مطالعہ کتب فقہ سے یہ امر ظاہر ہے کہ قاضی القضاۃ و قاضی جمیع بلاد کا عہدہ آج کی ایجاد نہیں ہے، بلکہ قدیم سے یہ عہدہ رائج ہے، اسی طرح رویت ہلال کا اعلان بھی فقہائے سابقین میں رائج تھا، اس کے باوجود فقہائے عظام نے قاضی کے اعلان کو مصر و حوالی مصر ہی تک کیوں محدود رکھا، ان حضرات نے یہ تقسیم کیوں نہ فرمائی کہ قاضی بلد خاص کا اعلان مصر حوالی مصر تک محدود رہے گا اور قاضی

القضاۃ یا قاضی امصار کا اعلان پورے ملک میں نافذ و واجب العمل ہوگا۔ اس تفصیل سے فقہا کا گریز سکوت محل بیان میں ہے جو بیان حکم عدم ہے اور تفصیل کی تغلیط ہے۔ نیز کتاب القاضی الی القاضی کو طریق موجبہ میں شمار کرتے وقت فقہائے کرام نے قاضی بلاد اور قاضی بلد خاص کا فرق کیوں نہ کیا، اگر قاضی جمیع بلاد کے مکاتیب اعلان پورے ملک میں معتبر ہوتے تو فقہائے کرام اس کا افادہ ضرور فرماتے اس کے خلاف عالمگیری کا مذکورہ بالا جزئیہ وارد نہ ہوتا یا ان فقہا میں سے کوئی اس کا رد ضرور فرماتے۔

ریڈیو، فیکس اور دیگر ذرائع سے خبر پہنچانے میں کذب واغلاط سے بچنے کے جتنے بھی احتیاطی طریقوں کو استعمال کرنے کا ذکر کیا جاتا ہے، ان کا حاصل صرف یہ ہوا کہ خبر بھیجنے والے کو اپنے اعلان کی صحت پر اطمینان ہوا، نہ کہ جس کو خبر پہنچی اسے طمانیت حاصل ہوئی اور بالفرض وہ بھی مطمئن ہوا تو اس کا یہ اطمینان صرف ظن عرفی ہوا نہ کہ وہ ظن شرعی جو شہادات و استفاضہ وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے اور اس باب میں ظن شرعی ہی معتبر ہے، ظن عرفی کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ علاوہ ازیں ٹیلی فون، ریڈیو اور فیکس وغیرہ میں جس قدر بھی اہتمام احتیاط اختیار کیا جائے، وہ یا تو کتاب القاضی ہے یا تو قاضی کا بیان لسانی ہے اور اس باب میں شرعاً دونوں غیر معتبر ہیں۔ مکتوب اس لیے غیر معتبر ہے کہ بلد آخر میں مکتوب قاضی، شرائط کتاب القاضی کے بغیر قبول ہی نہ کیا جائے گا، نافذ العمل ہونا دور رہا اور بیان لسانی اس لیے بلد آخر میں غیر معتبر ہے کہ خود قاضی وہاں جا کر کہے تو نامعتبر تو یہ کیوں کر معتبر ہو۔ ہاں جس شہر میں اس نے فیصلہ کیا وہاں اس کا قول اور مکتوب ضرور قابل قبول ولائق عمل ہیں، اصل تو یہی ہے کہ "الخط یشبه الخط و النغمة تشبه النغمة" مگر توضیح حکم کے لیے ہم نے لکھا "قاضی القضاۃ" چوں کہ منتظم بھی ہوتا ہے اور قاضی جمیع امصار بھی، اس لیے وہ قاضی کے عزل ونصب اور ہر شہر میں جا کر شہادتیں سننے کے بعد فصل مقدمات کا اختیار رکھتا ہے۔ قاضی القضاۃ کا معنی ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ ایک شہر میں رہ کر پورے ملک میں مقدمات کے فیصلے بے واسطہ طریق موجب نافذ کرے۔ اگر کوئی اس معنی کا مدعی ہے تو فقہائے کرام سے اس پر استشہاد لائے۔

۱۴۰۶ھ میں اشرفیہ مبارک پور کے شرعی بورڈ کی میٹنگ میں یہ فقیر بحیثیت رکن از اول تا آخر حاضر رہا۔ اس مسئلہ پر کچھ بحثیں ہوئیں۔ اور حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ نے ہرگز یہ موقف اختیار نہ فرمایا کہ قاضی ملک کا اعلان پورے ملک میں نافذ ہوگا اور اس نفاذ کے لیے کسی دوسرے طریق موجب کی حاجت نہ ہوگی۔ ہاں انھوں نے ابتداءً ضرور مجلس میں یہ شق پیش کی تھی کہ بادی النظر میں ایسا ہونا چاہیے کہ قاضی کا اعلان اس کے حدود قضا کے مطابق ہو، قاضی بلد کا اعلان بلد و حوالی بلد تک اور قاضی القضاۃ کا پورے ملک تک۔ ہم لوگوں نے اس کے خلاف عالمگیری کا مذکورہ بالا جزئیہ پیش کیا اور میں نے یہ کہا کہ اس جزئیہ سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ "قاضی القضاۃ اگر چہ ہر شہر میں مقدمات وشہادات کی سماعت کر سکتا ہے، لیکن بالفعل وہ جہاں ہے وہیں کا قاضی ہے اور دوسرے شہر کے لیے وہ فی الحال بالکل اجنبی ہے۔ اس لیے قاضی القضاۃ اور قاضی بلد خاص کے حکم میں عملاً کوئی فرق نہیں"۔ اتنی گفتگو کے بعد آپ نے جواب دیا کہ "جب تک عالمگیری کے اس جزئیہ کی کوئی واضح تاویل وتوجیہ نہ ہو سکے یا اس کے خلاف صریح جزئیہ نہ ملے قاضی بلاد ملک کا اعلان شہر و مضافات شہر سے آگے متجاوز ہونے کی صورت نظر نہیں آتی"۔ بلکہ مفتی صاحب موصوف سے میں نے

ان کی وفات سے چند ماہ پہلے سنا کہ ''عالمگیری کی اس عبارت کی توجیہ سمجھ میں نہیں آتی، ورنہ قاضی کے اعلان میں توسیع کی گنجائش نکل سکتی تھی''۔ اس کا صاف معنی یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ان کا رجحان طبعی جو بھی رہا ہو،لیکن موقف شرعی ان کی نظر میں وہ نہیں تھا جو بیان کیا جارہا ہے۔

علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ نے اس بورڈ میں اپنا سوالنامہ پیش کیا تھا کہ کیا ٹیلی فون میں کوڈ وغیرہ کی شرطیں لگا کر دربارۂ ہلال اس کی خبر معتبر نہ ہو سکے گی؟ اور عوام مسلمین کو بے راہ روی سے بچانے کے لیے ملکی سطح پر کسی عام اعلان کی صورت نہیں نکالی جاسکتی؟ انھوں ایسے اعلان کی حاجت کو واضح کر کے حاضرین مفتیان کرام سے استفتا کیا تھا، خود اپنا فیصلہ کن موقف انھوں نے پیش نہیں کیا تھا۔ رہ گئے مولانا محمد احمد مصباحی تو وہ اس مسئلہ میں خاموش تھے، کچھ بولے ہی نہیں کہ ان کا موقف متعین کیا جائے۔ یہ تو اس شرعی بورڈ کی مجلسی روداد رہی اور اب اگر بعد میں کسی نے ان حضرات کے نام پر کوئی فٹ نوٹ تیار کرلیا ہو تو اسے موقف نہیں کہا جائے گا اور نہ شرعی بورڈ کا فیصلہ۔ ہاں اسے دیانت کا خون ضرور کہہ سکتے ہیں اور اس سلسلہ میں مولانا مصباحی صاحب کا ذکر شاید مردم شماری وتعداد تائید بڑھانے ہی کے مقصد سے ہوا ہوگا۔ رویت ہلال کے مسئلہ میں طرق موجبہ سے ہٹ کر جو غیر شرعی راستے اختیار کیے جارہے ہیں، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ملک اور اس کے تمام بلاد کے علمائے اہل سنت غیر شرعی طریقوں کے بائیکاٹ پر متحد نہیں ہیں، خواہ اس کا سبب خوف عوام ہو یا خوف منتظمین مساجد یا یہ سبب ہو کہ بے جا شہرت کا نشہ سوار ہے اور ایک وجہ کم علمی یا بے مائیگی ہو کہ بعض لوگ ظن عرفی وظن شرعی کا فرق نہ کر سکے یا دونوں کے مواقع واثرات سے ناواقف رہ گئے اور بعض تو قبول شہادات کے معاملات میں اس قدر غیر محتاط وغلط کار واقع ہوئے ہیں کہ تعدیل شہود بھی غیر ضروری سمجھتے ہیں، بلکہ کچھ کو تو یہ کہتے سنا کہ بنام مسلم ہم سے جو بھی بیان دے ہم اسے قبول کریں گے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر یہ علما تصریحات فقہائے کرام پر متحد ہو کر صرف رعایت شرع ملحوظ رکھتے تو عوام اور منتظمین مساجد کو بھی ان کی اتباع کے سوا چارہ نہ ہوتا۔ **وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین۔**

''**صوموا الرویتہ وافطروا الرویتہ**'' کا حکم کس قدر آسان تھا کہ جس شہر میں رویت ہلال طریق موجب سے ثابت ہوجائے وہاں کے لوگ صیام یا عید پر عمل پیرا ہوں اور جہاں ثبوت نہ ہو وہ لوگ باز رہیں۔ عوام نے پورے ملک یا پوری دنیا میں ایک ہی روز سے آغاز رمضان یا یوم عید کی سختی کس دلیل سے مسلط کرلی ہے۔ کیا عہد صحابہ میں ایک ہی ملک کے مختلف شہروں میں مختلف دنوں میں رمضان وعید کی آمد نہیں ہوئی ہے۔ ایسا ضرور ہوا ہے مگر کسی شہر کے صحابی نے دوسرے شہر کے لوگوں پر نہ طعنہ کیا نہ تشنیع کی۔ اب عہد حاضر کے بعض عوام نے شرع کے آسان حکم کو بالائے طاق رکھ کر شریعت کی جگہ نفس وطبیعت کی پیروی ضروری سمجھی۔

استغفر اللہ ربی و نعوذ باللہ من شرورھم وباللہ نسئل الھدایۃ والتوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہ

مورخہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ

وارد حال ہرارے۔ زمبابوے (افریقہ)

□□□

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انبیائے کرام علیہم السلام پر فضیلت دینے کا شرعی حکم

از مفتی حسان المصطفیٰ قادری

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کسی نبی پر فضیلت دینے کا کیا حکم ہے؟ نیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو منافق کہنا کیسا ہے؟

زید جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو از حضرت آدم علیہ السلام تا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جملہ انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل مانتا ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو منافق کہتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ نیز جو لوگ ان عقائد میں ہمنوائی وحمایت کرتے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ لوگ مسلمانوں کی کسی تقریب میں شرکت کر سکتے ہیں؟ زید اور اس کے حمایتی کسی مسلمان کے جنازے میں شریک ہو سکتے ہیں؟ اور اگر زید یا اس کے کسی حمایتی کا انتقال ہو جائے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کے لیے دعائے استغفار کر سکتے ہیں؟

مدلل جواب عطا فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد علی وارث، بھولا پور بستی یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب:۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو کسی نبی سے افضل یا برابر قرار دینا کفر ہے۔ الساری لشرح صحیح البخاری میں ہے:

"فالنبی افضل من الولی وھو امر مقطوع به والقائل بخلافه کافر لانه معلوم من الشرع وبالضرورة"۔ (۳۷۸/۱)

منح الروض الازھر میں ہے: "ان الولی لا یبلغ درجة النبی، فما نقل عن بعض الکرامیة من جواز کون الولی افضل من النبی کفر"۔ (ص ۱۲۱)

یعنی کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا بعض کرامیہ سے ولی کا نبی سے افضل ہونے کا جواز جو منقول ہے کفر ہے۔ بلا شبہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بعد آپ ہی کا مقام ہے، لیکن آپ کا مقام خواہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو کسی نبی سے افضل یا برابر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کوئی غیر نبی کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا، جو کسی غیر نبی کو کسی نبی کے ہمسر یا افضل جانے وہ بالاجماع کافر و مرتد ہے۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ انبیائے بنی اسرائیل یا کسی نبی سے بالا یا برابر ماننا واجب درکنار کفر خالص ہے"۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۲۸/۲۹، مترجم)

شفا میں صراحت ہے: "وکذالک نقطع بتکفیر غلاة الرافضیة

فی قولهم ان الائمة افضل من الانبیاء"۔(۲/۲۹۰)

لہٰذا صورت مسئولہ میں زید حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل ماننے کی وجہ سے کافر و مرتد ہے اور جو لوگ زید کے اس کفری عقیدے کو جانتے ہوئے اس عقیدے کی حمایت کرتے ہیں، وہ سب کافر و مرتد ہیں۔ لہٰذا زید اور اس کے کفری عقیدے کے حمایتیوں پر توبہ و رجوع اور تجدید ایمان اور بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح فرض ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں بکے ہوئے الفاظ سے بھی توبہ و رجوع لازم کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان پر طعن گمرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ان سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے، اور ان سے اپنی رضا کا اعلان بھی فرمایا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

"**وکلا وعد الله الحسنى**"۔ اور "**رضی الله عنهم ورضوا عنه**"۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن و تشنیع کرنے والا جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ عبارت یہ ہے:

"**ومن یکون یطعن فی معاویة فذالک کلب من کلاب الهاویة**"۔(نسیم الریاض، ۳/۴۳۰)

لہٰذا اگر یہ لوگ توبہ و رجوع اور تجدید ایمان و نکاح نہ کریں تو تمام مسلمان ان کا سخت بائیکاٹ کریں، ان سے سلام و کلام، دوستانہ میل جول فوراً منقطع کریں، نہ اپنی مسجدوں میں داخل ہونے دیں، نہ کسی مسلمان کے جنازہ میں شامل ہونے دیں، مسلمانوں کی کسی تقریب میں انھیں ہرگز نہ بلائیں، جو جانتے ہوئے بلائے اس کا بائیکاٹ کیا جائے۔ ارشاد رسول علیہ السلام ہے: "**ایاکم و ایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم**"۔(الحدیث)

اور فرمایا: "**فلا تجالسوهم ولا تؤاکلوهم ولا تشاربوهم واذا مرضوا فلا تعودوهم واذا ماتوا فلا تشهدوهم ولا تصلوا علیهم ولا تصلوا معهم**"۔(الحدیث)

ان کی نماز جنازہ پڑھنا حرام اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا کفر ہے۔ حکم الٰہی ہے: "**ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره، انهم کفروا بالله ورسوله وما توا وهم فسقون**"۔(التوبة:۸۴)

اعلیٰ حضرت کا صریح فرمان ہے:

"کافر کے لیے دعائے مغفرت و فاتحہ خوانی کفر خالص وتکذیب قرآن عظیم ہے"۔(فتاویٰ رضویہ ۲۱/۲۲۸)

لہٰذا اگر زید اور اس کے کفری عقیدے کے حمایتی بے توبہ وتجدید ایمان مر جائیں تو نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے، نہ ان کے لیے دعائے مغفرت کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

حسان المصطفیٰ قادری غفرلہ

خادم جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

۲۶/صفر المظفر ۱۴۴۲ھ

زید جس کا ذکر سوال میں کیا گیا اور اس کے اقوال باطلہ کفریہ بیان ہوئے، وہ غالی رافضی مرتد معلوم ہوتا ہے، وہ جو بھی ہو وہ کافر مرتد ہے، اس سے وہی معاملہ برتا جائے جو مرتدین کے لیے مخصوص ہیں۔

فالجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہ

۲۷/صفر المظفر ۱۴۴۲ھ

□□□

مفتی اعظم اور مسئلہ جماعت وتر

مولانا فوادرضا قادری مظہری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید:

اللہ تبارک وتعالیٰ کے کچھ مقبول بندے ایسے ہیں کہ ان کی ذات پر بہت کچھ لکھا گیا اور رہتی دنیا تک لکھا جاتا رہے گا مگر حق یہ ہے کہ پھر بھی ان کا حق ادا نہ ہوا نہ ہوگا۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے:

قُل لَو كَانَ البَحرُ مِدادَ لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ البَحرُ قَبلَ أن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِي وَ لَو جِئنَا بِمِثلِهِ مَدَدَا۔

اے محبوب تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی ہوجائے تو سمندر ختم ہوجائے گا قبل اس کے میرے رب کے کلمات ختم ہوں اگر چہ ہم اس جیسا دوسرا اس کی مدد کو لے آئیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلمات اس کی صفت قدیمہ ہیں جو ختم ہونے مٹ جانے سے منزہ ومبرا ہیں، یہاں اللہ رب العزت اپنے محبوب شافع یوم النشو رصلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے مستفیض ہونے والے اولیاء کے متعلق فرمارہا ہے کہ اگر ان کی نعت ومنقبت کو حیطۂ تحریر میں لانے کے لیے سمندر کے تمام پانیوں کو روشنائی بنا دیا جائے تو وہ مکمل معدوم (ختم) ہوسکتے ہیں، لیکن اللہ کے محبوبین ومقربین کے فضائل ومناقب اوصاف وکمالات ختم نہ ہوں گے اگر چہ اس جیسا ایک اور سمندر اس کی مدد کو لے آیا جائے۔(۱)

بلا شبہ حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کی ذات بابرکت انہیں مقبول بندوں میں سے ایک تھی اگر صرف آپ کی کرامات جو عوام تو عوام اہل علم وفضل کی زبانوں پر جاری ہیں انہیں جمع کیا جائے تو دفتر تیار ہو جائے، پھر مختلف موضوعات پر کئی یادگار تصانیف ورسائل ہیں جن میں فتاوے کا ایک عظیم مجموعہ فتاوی مصطفویہ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے مگر اس مجموعہ میں شامل فتاوی کے علاوہ اور دیگر ہزاروں فتاوے ہیں جو شامل کتاب نہ ہو سکے، سیدی مرشدی حضور تاج الشریعہ قدس سرہ نے فقیر سے بیان فرمایا کہ" جب وصال فرمایا تو دار الافتاء میں ۹۰ رجسٹر تھے، جس میں ۴۰ رجسٹر ایسے تھے جن میں صرف حضرت کے فتاوی تھے" افسوس بہت کچھ حوادث زمانہ کہ نظر ہو گیا یا لوگوں کی الماری کی زینت ہے اگر تمام یا اکثر شائع ہو جائیں تو فتاوی رضویہ کی مجلدات کے برابر ہو۔

مفتی اعظم کے حواشی وتعلیقات:

تصانیف وفتاوی کے علاوہ آپ نے متعدد کتابوں پر حواشی وتعلیقات بھی تحریر فرمائے تھے، حضرت علامہ مفتی محمد اعظم صاحب علیہ الرحمہ کا بیان ہے" حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور اعلی حضرت قدس سرہ کی بہت سی کتابوں پر قلمی حواشی وفوائد" رضوی دار الافتاء" میں تھے، مگر جب رضوی دار الافتاء کی کتابیں خرد برد ہوئیں وہ سب ادھر ادھر ہو گئے۔(۲)

جن حاشیوں کا علم راقم کو ہوسکا وہ حسب ذیل ہیں:

۱: حاشیہ تفسیرات احمدیہ (۳):

استاذی الکریم خلیفہ مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی عبید الرحمن صاحب قبلہ مد ظلہ العالی (شیخ الحدیث دار العلوم مظہر اسلام و مفتی رضوی دار الافتاء بریلی شریف) کا بیان ہے کہ "تفسیرات احمدیہ پر حضرت نے باریک قلم سے حاشیہ تحریر فرمایا تھا" یعنی باعتبار حجم بھی عظیم تھا۔

۲: حاشیہ فتاوی عزیزیہ (٤):

نبیرۂ اعلی حضرت مفتی ارسلان رضا خان صاحب حفظہ اللہ کی تحویل میں ہے۔

۳: حواشی فتاوی قاضی خان:

چند سال قبل ایک جلد کی زیارت رضوی دار الافتاء میں استاذ محترم نے کرائی تھی ایک صفحہ پر دو بین السطور حواشی تھے، آپ نے نشاندھی فرمائی یہ اعلی حضرت کا ہے اور یہ حضرت کا ہے، اس دور کی ایک یہ کتاب رضوی دار الافتاء میں رہ گئی تھی جس پر مفتی اعظم کی تعلیق بھی ہے۔

٤: حاشیہ ہدایہ، ٥: حاشیہ تیسیر شرح جامع صغیر، ٦: حاشیہ الاکلیل علی مدارک التنزیل:

استاذ گرامی نے ان تینوں حواشی کا ذکر ہماری جماعت تخصص فی الفقہ سال دوم (۲۰۲۲ء) سے فرمایا۔

۷: حاشیہ فتح القدیر:

استاذ محترم نے راقم السطور سے حضرت مولانا مفتی عمر صاحب قبلہ (مدرس دار العلوم مظہر اسلام و خطیب و امام بی بی سی مسجد) کی موجودگی میں بیان فرمایا: حضرت (مفتی اعظم) کا حاشیہ پوری فتح القدیر پر تھا ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا" اللہ اکبر نہ جانے اور کتنے جواہر پارے ہوں گے جن کا باقاعدہ ذکر بھی ہم وابستگان سلسلہ تک نہیں پہنچا، انا للہ وانا الیہ راجعون، خود حضرت مفتی اعظم نے حلبی صغیر پر اپنے حاشیہ کا تذکرہ کیا ہے جسے ہم عنقریب نقل کریں گے، لہذا یہ کل آٹھ حاشیے ہوئے جن میں ایک بھی مطبوع نہیں، البتہ فتاوی رضویہ جلد اول و خامس پر آپ کے فوائد و حواشی مطبوع ہیں، یوں ہی کشف ضلال دیوبند حاشیہ الاستمداد علی اجیال الارتداد بھی مطبوع ہے، عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کی متعدد خدمات تو مطبوع نہیں مگر جو کچھ ہمارے ہاتھوں میں ہے اس سے ان کی شان عبقری اظہر من الشّمس ہے۔

مفتی اعظم پر اکرام رضا:

اگر ان خدمات میں سے کچھ بھی مطبوع نہ ہوتا جب بھی مفتی اعظم کا فقہی مقام دکھانے کے لئے یہ بہت ہوتا کہ ان کے والد ماجد شیخ الاسلام والمسلمین ضیاء الملۃ والدین اعلی حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے آپ کے پہلے فتوے پر بغیر کسی ردوبدل کے تصدیق فرمائی اور انعام عطا فرما کر ارشاد فرمایا: تمہاری مہر بنوا دیتا ہوں اب فتویٰ لکھا کرو اپنا ایک رجسٹر بنالو اس میں نقل بھی کیا کرو۔ (٥)

سبحان اللہ!!! نہ صرف فتویٰ لکھنے کی اجازت عطا فرمائی بلکہ محفوظ کرنے کا حکم بھی دیا، معلوم ہوا ضرور ان کے پہلے فتوے میں شان تفقہ ایسی ظاہر تھی جب ہی تو اعلی حضرت نے نقل کی تاکید فرمائی ورنہ فتاوے نقل کئے ہی جاتے ہیں۔

فتاوی رضویہ اور مفتی اعظم:

فقہ حنفی کے انسائکلو پیڈیا "العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ" میں بھی آپ کی فقاہت دیکھی جا سکتی ہے چناچہ سیدی اعلی حضرت قدس سرہ فتاوی رضویہ جلد اول کی ترتیب دے

Scanned with CamScanner

رہے تھے اسی وقت اپنے اس جوان ولد صالح کا مشورہ قبول کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ہوا یوں کچھ کہ متن میں یہ مسئلہ درج تھا" اگر اسے ظن غالب تھا کہ (پانی) نہ دے گا (یا شک تھا) اور اس نے تیمم سے پڑھ لی بعدہ، اس نے پانی دے دیا (بطور خود، خواہ) اس کے مانگے سے تو نماز نہ ہوئی" (٦)

اس پر حاشیہ میں فرماتے ہیں:

" ولد عزیز مولوی مصطفی رضا خان سلّمہ ذوالجلال ورقاہ الی مدارج الکمال نے یہاں ایک تقیید حسن کا مشورہ دیا کہ صاحب آپ کے پاس اس وقت کے بعد نیا پانی اور نہ آ گیا ہو ورنہ آبِ کثیر میں سے دے دینا اُس ظن وشک کو کہ قلتِ آب کی حالت میں تھا دفع نہ کرے گا و کان ذلک عند تبییض الرسالة للطبع فی ١٦ من المحرم الحرام ١٣٣٦ھ وللہ الحمد"

اعلیٰ حضرت کا اس قید کا شامل کتاب کرنا اس کی اہمیت بتانے کے لئے کافی تھا مگر اس پر مزید تنبیہ فرما کر اس کی منزلت و وقعت کو اور بڑھا دیا تحریر فرماتے ہیں" یہ قید ضرور قابلِ لحاظ ہے اگر چہ کتابوں میں نظر سے نہ گزری" (٧)۔

اللہ اکبر! محض ٢٦ برس کی عمر میں کیا ہی دقیق نظر تھی اس واقعہ سے جہاں صاحبزادہ عالی وقار کی گہری نظر ظاہر ہوتی ہے وہیں والد بزرگوار کی اصاغر نوازی اجاگر ہوتی ہے۔

رضوی دارالافتاء کا اہتمام وانصرام:

غالباً یہی وجہ ہے کہ سیدنا اعلی حضرت قدس سرہ نے مفتی اعظم ہند کو اپنے دارالافتاء کا مہتمم بنا دیا تھا گویا مفتی اعظم ہونے کا اشارہ کر دیا تھا، سیدی تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

" رضوی دار الافتاء جو حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ تعالی مرقدہ کی یادگار ہے بلکہ وہ اعلی حضرت نور اللہ تعالی مرقدہ کی یادگار ہے، اعلی حضرت نور اللہ مرقدہ نے رضوی دار الافتاء قائم فرمایا تھا اور اس کا نگراں حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کو بنایا تھا، اور اعلی حضرت نور اللہ مرقدہ کے بعد رضوی دار الافتاء کے سب کچھ حضور مفتی اعظم ہند رہے" (٨)۔

أو لئك ساداتي فجئني بمثلهم
إذا جمعتنا يا جرير المجامع

حیات اعلیٰ حضرت میں عظیم خدمات:

حضرت شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان حضور مفتی اعظم ہند کی جلالت علمی اور آپ پر سیدنا سرکار اعلی حضرت کی نوازش وعنایات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

" انہیں (یعنی نوجوانی کے) ایام میں دیوبندیوں کے بقیۃ السلف حکیم الامت جناب تھانوی صاحب نے حفظ الایمان کی کفری عبارت کی رفوگری میں "بسط البنان" لکھی جسے مطالعہ کرنے کے بعد حضرت مفتی اعظم ہند نے وقعات السنان، اور ادخال السنان تالیف فرمائی جسے رجسٹری کر کے تھانہ بھون بھیج دیا گیا، مگر ان دونوں کے جواب سے نہ صرف تھانوی صاحب بلکہ ان کی پوری برادری عاجز ہے اور عاجز رہے گی۔ وقعات السنان ادخال السنان کے زخموں کی تاب نہ لا کر بہ لباس باطنی تھانوی صاحب نے اپنے ایک نیاز مند سے کچھ سوالات کرائے، ان کے جوابات کے لئے بھی حضرت مفتی اعظم ہند میدان میں آئے، اور "الموت الاحمر" لکھ کر اکابر دیوبند کی تکفیر کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی، اور حجت الہیہ ان پر تام فرما دی، اور ''من هلك هلك عن بينة و من حي حي عن بينة'' کا جلوہ دنیا کو دکھا دیا، مجدد اعظم اعلی حضرت قدس سرہ کی حیات مبارکہ میں حضرت مفتی اعظم ہند کے وہ کارنامے ہیں، جنہیں دیکھ کر عالم تصور میں ایسا محسوس ہوتا

ہے کہ ایک شیر ہے جو تن تنہا پوری دنیا سے چومکھا لڑ رہا ہے، اور اپنے حملہ جان ستاں سے مخالفین کو نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مزہ چکھا رہا ہے" (۹)

یہ چند سطور ذکر مفتی اعظم میں تحریر ہوئیں اب مضمون کے دوسرے پہلو کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

مسئلہ جماعت وتر:

راقم السطور کی نظر سے فتاوی مفتی اعظم میں ایک ایسا تحقیقی تفصیلی فتوی نظر سے گزرا جس کے متعلق کسی کا مقالہ ہمیں نہیں مل سکا لہذا اسی وقت ارادہ کر لیا تھا کہ ضرور اس پر کچھ خامہ فرسائی کروں گا اور الحمدللہ آج وہ گھڑی آ گئی۔

سوال:

حضور مفتی اعظم سے سوال ہوا کہ کچھ لوگوں نے مسجد میں تنہا فرض عشاء پڑھی پھر امام کے ساتھ تراویح پڑھی اور جب تراویح ختم ہوئی تو ان کے ذمہ کچھ تراویح تھیں تو اب وہ جماعت وتر میں شامل ہو جائیں یا پہلے بقیہ تراویح ادا کریں اور جماعت وتر چھوڑ دیں؟ بعض لوگ بحوالہ صغیری کہتے ہیں کہ نماز وتر میں شامل ہو جائیں اور بعد کو تراویح پوری کریں اگر چہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے کیوں کہ جماعت وتر تابع جماعت تراویح کے ہے اس لئے وتر کی جماعت نہ چھوڑیں، اور بعض بحوالہ بہار شریعت کہتے کہ اگر فرض عشاء جماعت کے ساتھ نہیں پڑھے تو وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے۔

جواب

حضور مفتی اعظم نے ابتدا نفس مسئلہ سے فرمائی کہ جس نے فرض جماعت سے نہ پڑھی ہوں وہ وتر کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا پھر وجہ تفصیل سے ذکر کی جس کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔

۱: جماعت وتر مستقل نہیں بلکہ تبعا ہے کہ وہ از قبیل نفل ہے یا تو رمضان کے تابع ہے یعنی اسی میں مشروع ہے (غیر رمضان میں بر سبیل تداعی مکروہ ہے کما فی رد المحتار) یا پھر فرض عشاء کے تابع ہے یا تراویح کے تابع ہے مشہور یہی ہے کہ ان دونوں کے تابع ہے۔

۲: اگر جماعت وتر فرض عشاء کے تابع ہے جب تو ظاہر ہے کہ وتر جماعت سے نہیں پڑھ سکتا۔

۳: رمضان کے تابع مانیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ رمضان میں وتر جماعت سے ہی پڑھی جائیں، بلکہ یہ ہے کہ رمضان میں وتر جماعت سے پڑھ سکتے ہیں، تو جماعت سے ہی پڑھنا اس سے کب متبادر؟

٤: اگر تراویح کے تابع مانو تو یہاں بھی وہی پچھلی صورت ہوگی یعنی بعد تراویح جماعت وتر ہو سکتی ہے۔

٥: فی الجملہ تینوں صورتوں میں سے کچھ بھی مانیں تبعیت فرض سے جماعت وتر نہیں نکلتی، رمضان کے تابع مانو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ فقط رمضان میں جماعت وتر، عشاء یا تراویح کے تابع ہوگی، یہ نہیں کہ اس کی مستقل طور پر جماعت ہوگی، فقہاء کرام میں سے کسی نے اس کی صراحت نہیں فرمائی۔

٦: ہاں علماء کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ اگر کسی نے فرض جماعت سے نہیں پڑھے تو وہ تراویح بھی جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ صحیح یہ ہے کہ وہ پڑھ سکتا ہے۔

۷: نماز وتر کا مستقل ہونا اور بات اور اس میں جماعت کا مستقل ہونا اور بات۔

ثمرۂ خلاف

اوپر گزرا جماعت وتر کی تبعیت میں اختلاف ہے کسی کے

یہاں فرض عشاء کے تابع ہے تو کسی کے یہاں جماعت تراویح کے اور کسی کے نزدیک رمضان کے تابع ہے، تو خلاف کا ثمرہ کیا ہوا؟ حضور مفتی اعظم رقمطراز ہیں" اس خلاف کا ثمرہ یہ نہیں کہ جن کے نزدیک جماعت وتر تابع جماعت فرض ہے وہی بحالت فوت جماعت عشاء جماعت وتر سے ممانعت کریں، اور جن کے نزدیک اس کی جماعت تابع جماعت تراویح ہے وہ اس نے جب کہ جماعت تراویح فوت نہ کی یا اور جن کے نزدیک تابع رمضان ہے اسے مطلقا جماعت وتر کی اجازت دیں، بلکہ اس خلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ جس نے فرض ایک امام کے پیچھے پڑھی اور تراویح دوسرے امام کے پیچھے، یا فرض و تراویح دونوں ایک امام کے پیچھے اور وتر دوسرے کی اقتدا سے، یا فرض جماعت سے اور تراویح بے جماعت پوری، یا کچھ جماعت سے، یا بالکل نہ پڑھیں، تو جو اس کی جماعت تابع جماعت فرض ٹھہراتے ہیں وہ امام فرض کے پیچھے ان سب صورتوں میں اس کی جماعت جائز بتاتے ہیں، دوسرے کے پیچھے اجازت نہیں دیتے۔ اور جو جماعت تراویح کے تابع بتاتے ہیں وہ امام تراویح کے پیچھے بشرط یہ کہ اس نے تراویح سب یا کچھ جماعت سے ادا کی ہوں، اور جو اسے رمضان کے تابع ٹھہراتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام فرض کے پیچھے پڑھے یا امام تراویح کے یا کسی اور امام کے خواہ تراویح سب یا کچھ جماعت سے پڑھے ہوں یا علیحدہ یا بالکل نہ پڑھیں ہوں" (١٠)

اس سے آشکار ہو گیا کہ جماعت وتر جس کے بھی تابع ٹھرائیں اس میں شریک ہونے کے لئے جماعت فرض میں شرکت ضروری ہے، البتہ بوجہ خلاف تبعیت جماعت وتر، کب کس کی اقتدا کری جائے وہ حسب صورت مختلف ہے۔

پھر اپنی تائید میں مجمع الانہر، تتمہ الفتاوی الصغری، فتاوی تاتارخانیہ، غنیۃ، رد المحتار اس کی شرح جد الممتار کی عبارتیں نقل فرمائیں بعدہ صغیری اس کی اصل کبیری (غنیۃ المتملی) کی طرف مراجعت کی، لکھتے ہیں" صغیری اور اس کی اصل کبیری میں یہ مسئلہ ہماری نظر میں دو جگہ ہے، کہ اگر کسی کی ایک تراویح یا دو تراویح یا اکثر فوت ہوگئی، اور امام وتر کو کھڑا ہو گیا تو یہ امام کے ساتھ وتر پڑھے یا اپنی باقی تراویح ادا کرے۔ دونوں جگہ اس کا کہیں پتہ نہیں کہ اگر چہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے کیوں کہ جماعت وتر تابع جماعت تراویح کے ہے" ۔(١١)

اور صغیری کبیری کی عبارتیں نقل فرمائیں جن کا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کی چند یا اکثر رکعات تراویح امام کے پیچھے چھوٹ جائیں تو کیا وہ انہیں وتر سے پہلے پڑھے یا پہلے وتر ادا کرے پھر بقیہ تراویح کی تکمیل کرے؟، علامہ حلبی کہتے ہیں: ہمارے زمانے کے مشائخ کی آراء مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ پہلے امام کے ساتھ وتر پڑھے تاکہ فضیلت جماعت سے محروم نہ ہو پھر فوت شدہ تراویح ادا کرے اس لئے کہ وتر کے بعد بھی جائز ہے، اور بعض کہتے ہیں پہلے تراویح ادا کرے پھر وتر پڑھے۔

عبارات کو نقل کر کے یوں تفہیم کراتے ہیں کہ" ان میں یہ کہاں ہے {گر چہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے} اور نہ یہاں یہ کہ" جماعت فرض سے کیا تعلق" وہ صورت ان دونوں کتابوں میں زیر فروع اسی مسئلہ مذکور سے متصل ذکر فرمائی ہے کہ اور جب کہ فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو امام عین الائمہ کرابیسی سے منقول ہے کہ نہ امام کے ساتھ تراویح پڑھے نہ وتر، پھر اس صورت میں بھی کبیری میں بعد بیان اختلاف حکم و وجہ ہر حکم یہ تحریر فرمایا کہ:

لا شك أن تأخير الوتر أولى و إن فاتت الجماعة

فيه، فإن الانفراد به أولى على قول الجمهور كما سيأتي إن شاء الله تعالى۔

یعنی: بے شک تاخیر وتر اولی ہے، اگر چہ وتر کی جماعت جاتی رہے کہ وتر میں انفراد ہی برقول جمہور اولی ہے، نیز صغیری میں بعد اختلاف فرمایا:

و لا شك أن تأخير الوتر أولى و كذلك الانفراد به۔

بے شک وتر کو مؤخر کرنا اولی ہے اسی طرح انفراد بھی، کہاں یہ اور کہاں وہ کہ اگر چہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے، کیوں کہ جماعت وتر جماعت تراویح کے تابع ہے، اس سے لزوم جماعت وتر یا بہر حال بے کراہت اس کا جواز کیوں کر نکلا کہ اگر چہ فرضوں کی جماعت کھوئی ہو مگر وتر جماعت ہی سے پڑھے، تابع ہونے کا حاصل تو اتنا ہی ہے کہ تراویح جماعت سے پڑھی جاتی ہیں، تو رمضان میں ان کی تبعیت سے وتر بھی باجماعت پڑھ سکتے ہیں نہ یہ کہ وتر بہر حال جماعت ہی سے پڑھیں (۱۲)

اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ صغیری اس کی اصل کبیری میں وہ مسئلہ نہیں جو لوگ بتا رہے ہیں حالانکہ ان کتب میں تو اس صورت میں بھی اختلاف لکھا ہے کہ جب کسی کی تراویح فوت ہو گئیں ہوں تو وہ وتر میں امام کی اقتدا کرے گا یا نہیں اور حکم ہر دو جانب ہے کہ بعض فقہاء جماعت وتر میں فضیلت جماعت کی خاطر شریک ہونے کا حکم کرتے ہیں اور بعض تراویح مکمل کرنے کو کہتے ہیں کہ وتر میں تاخیر اور انفراد افضل ہے، پھر امام عین الائمہ کرابیسی سے اسی صغیری میں منقول ہوا جس شخص نے فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو وہ نہ امام کے ساتھ تراویح پڑھے نہ وتر، رہا جماعت وتر کا تابع تراویح ہونا تو اس کا معنی یہ نہیں کہ جماعت سے ہی پڑھی جائے بلکہ اس کا حاصل اس قدر ہے کہ تراویح جماعت سے پڑھی جاتی ہے، یہ نہیں کے بہر صورت وتر جماعت ہی سے پڑھیں۔

عبارت موہومہ کی تحقیق:

لیکن اب بھی یہ سوال ہو سکتا ہے کہ لوگوں نے صغیری کا حوالہ کیسے ذکر کر دیا اور نہ یہ ایسی کتاب جسے عوام پڑھتے ہوں ضرور کسی عالم یا مفتی نے بیان کیا ہے تو نفس مسئلہ کی وضاحت کے بعد سرکار مفتی اعظم نے صغیری کی ایک موہوم عبارت ذکر فرمائی جس سے یہ ایہام ضرور ہوتا ہے کہ اگر چہ فرض باجماعت نہ پڑھے ہوں پھر بھی جماعت وتر میں شریک ہو جائے البتہ یہ نرا وہم ہے جو تلخیص کی وجہ سے ہوا ہے، چنانچہ رقمطراز ہیں:

"ہاں صغیری کی یہ عبارت {و إذا لم يصل الفرض مع الإمام، قيل لا يتبعه في التراويح و لا في الوتر، و كذا إذا لم يصل معه التراويح لا يتبعه في الوتر، و الصحيح أنه يجوز أن يتبعه في ذالك كله} یعنی: اگر اس نے امام کے ساتھ فرض نہیں پڑھی تو کہا گیا ہے کہ وہ تراویح اور وتر امام کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا، اسی طرح جب اس نے اس کے ساتھ تراویح نہ پڑھی تو وتر اس کے ساتھ نہ پڑھے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ان سب میں امام کی اقتدا کر سکتا ہے، اس عبارت میں اس کا ایہام ضرور ہے کہ اگر چہ فرض بے جماعت پڑھے ہوں وتر میں شامل ہو سکتا ہے مگر یہ نرا وہم ہے، اس کا کوئی قائل نہ ہوا، کتب فقہ دیکھ جائیے، دور کیوں جائیے کبیری ہی دیکھ لیجیے اختصار کے سبب یہ وہم پیدا ہو گیا، تصحیح دو قولوں سے ایک کی ہوتی ہے، یہاں کوئی دوسرا قول ہی نہیں "و من ادعى فعليه البيان" پھر اگر ہوتا بھی تو اصحاب تصحیح سے اس کی تصحیح اگر ہوتی، تو علامہ ابراہیم حلبی صاحب صغیری یہ فرما سکتے کہ "و الصحيح الخ" کہ خود یہ

اصحاب تصحیح سے نہیں کہ خود کسی قول کی تصحیح کریں۔(۱۳)

سبحان اللہ! چند سطروں میں موہوم عبارت کی وضاحت کردی کہ اولا فقہاء میں سے کسی کا یہ قول نہیں کہ اگر چہ فرض امام کے ساتھ نہیں پڑھے ہوں جب بھی جماعت وتر میں شریک ہو جائے، خود کبیری جس کی ملخص یہ صغیری ہے اس میں اس کا نشان نہیں، ثانیا تصحیح ہوتی تو دو قولوں میں ہوتی اور نفس مسئلہ میں دوسرا قول کہاں ہے؟ پھر تصحیح اصحاب تصحیح کا وتیرہ ہے حالانکہ صاحب صغیری ان میں سے نہیں۔ بات یہ ہے کہ کبیری میں تصحیح مختلف اقوال پر نقل کی گئی کہ جس نے جماعت فرض نہیں پائی بر بنائے مذہب صحیح وہ جماعت تراویح میں شریک ہوسکتا ہے، ایسے ہی جس نے تراویح جماعت سے نہیں پڑھی صحیح یہ ہے کہ وہ جماعت وتر میں شریک ہوسکتا ہے رہا نفس مسئلہ اس میں خلاف ہی نہیں تھا تو اسے اسی طرح نقل کیا مگر تلخیص میں یہ اختصار کے سبب یہ وہم ہوتا ہے کہ فرض جماعت سے نہ پڑھنے کی صورت میں بھی وتر با جماعت ادا کیے جا سکتے ہیں یہ صحیح کجا کسی کا قول نہیں، حضور مفتی اعظم کبیری سے ہر صورت کے متعلق عبارتیں تحریر کرنے کے بعد ان کا خلاصہ تحریر فرماتے ہیں کہ" کبیری میں اس کا کہیں نشان ہے کہ فرض بے جماعت پڑھی ہوں تو بھی وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے؟ حاشا کہیں نہیں، اس کا کہیں پتہ ہی نہیں تصحیح کیسی؟ انہوں نے تو پہلے امام عین الائمہ سے تین حکم نقل فرمائے: {۱} جس نے فرض بے جماعت پڑھی ہوں وہ تراویح میں امام کی اتباع نہ کرے، {۲} یوں ہی وتر میں، {۳} جس نے تراویح میں اتباع امام نہ کیا ہو وہ وتر میں بھی نہ کرے، یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا اس میں اختلاف ذکر کیا، پھر امام ابو اللیث سے امام ابو یوسف البانی کے اس قول کی تصحیح نقل فرمائی: کہ تراویح ایک کے پیچھے پڑھیں تو دوسرے کے پیچھے وتر پڑھ سکتا ہے، یوں ہی پہلے میں بھی اختلاف تھا، اور قول آخر یعنی جواز جماعت تراویح بحال فوت جماعت فرض صحیح تھا، اسے لکھا اور اس کی امام ظہیر الدین مرغینانی سے تصحیح نقل فرمائی، دیکھیئے امام عین الائمہ کرابیسی کے جواب میں انہوں نے ان دونوں مسئلوں میں امام ابو اللیث و امام ظہیر الدین مرغینانی سے تصحیح نقل فرمائی، اور جہاں سادہ خلاف قول تھا وہاں سادہ نقل فرمایا، ان کا وہ دوسرا مسئلہ کہ جس نے فرضوں کی جماعت کھوئی ہے وہ وتر جماعت سے نہ پڑھے، خلاف سے ہی پاک تھا، اسی لیے اس کے خلاف کوئی سادہ قول بھی نقل نہ فرمایا، اگر اس کے خلاف کوئی قول ہوتا تو ضرور نقل فرماتے، اب بحمدہ تعالی روشن تر ہوگیا کہ صغیری کی عبارت سے جو وہم ہوتا ہے وہ نرا وہم ہے، ہرگز ان کی مراد یہ نہیں کہ فرض بے جماعت پڑھے ہوں جب بھی وتر جماعت سے پڑھے یہی صحیح ہے، اس کا صحیح ہونا درکنار یہ کسی کا قول نہیں"(۱٤)

صغیری پر مفتی اعظم کا حاشیہ:

اخیر میں حضور مفتی اعظم نے صغیری کی موہوم عبارت پر اپنے حاشیہ کو نقل فرمایا ہے اور مہینہ یا اس سے زیادہ وقت گزر جانے کے بعد صغیری پر سیدنا اعلی حضرت کا حاشیہ اور فتاوی رضویہ کا فتویٰ مل جانے کا ذکر فرماتے ہیں اور شکر الٰہی بجالاتے ہیں کہ میں نے اسی طرح بحث کی جیسے میرے والد ماجد نے کی تھی، ہم یہاں بخوف طوالت صرف حواشی کو نقل کرتے ہیں سیدی مفتی اعظم تحریر فرماتے ہیں:

"فالحمد لله و المنة على كشف الغمة، و هو ولي النعمة، وكتبت على تلك العبارة على هامش الصغيري، قوله:في ذالك يعني: اتباعه في التراويح

صحيح فيما إذا لم يصل الفرض جماعة، و كذا إتباعه في الوتر فيما إذا لم يصل التراويح بالجماعة، لا ان اتباعه في الوتر يصح فيما إذا لم يصل الفرض مع الإمام، فافهم و تدبر و تثبت و تشهد، لما قلنا اقتصاره في التصريح على لفظه التراويح، هذا كله كتبته بتوفيق الله تعالى تفقها، ثم بعد تحريره بشهر أو أزيد ظفرت بصغيري مكتبة سيدنا الوالد الماجد رحمه الله تعالى فراجعتها، فوجدت بحمد الله تعالى ما حاشيته على تلك العبارة الموهومة، أجاب عنها بعينه مأ أجبت و بحث ما بحثت و لله الحمد، و هذا ما نصه: "قوله{و الصحيح أنه يجوز أن يتبعه في ذلك كله} ليس هو رحمه الله تعالى من أصحاب التصحيح، و إنما هو ناقل، و يرشدك مطالعة، شرحه الكبير الملخص منه هذا الصغير إن التصحيح للإمام الفقيه أبي الليث و للإمام ظهير الدين المرغيناني، و إنهما إنما يرجحان إلى تصحيح جواز الإتباع في الوتر إن لم يتبع في التراويح، و جواز الاتباع في التراويح و إن لم يتبع في الفرض، و لا أثر فيهما التصحيح جواز الإتباع في الوتر و إن لم يتبع في الفرض فراجعه صفحة:٤١٠" فالواقع ههنا نشأ من اقتصار فحل فليتنبه، ليس الفرق بينهما إلا فرق اللسان، كأنه هو فانظر إلى هذا التوارد، و من أنا، و أيش (١٥) أنا، ما هذا إلا بفضل الله فيض خدمته رضي الله عنه و أرضاه عنا، ثم بعد ما مضى على هذا برهة من الزمان ظفرت بكرم الله تعالى بباب الوتر و النوافل من فتاوه المنسقة المباركة قدس الله تعالى سره و أفاض علينا بره....."

یعنی: پس خدا کا شکر ہے اور اس کا احسان ہے مشکل آسان فرمانے پر، اور وہی نعمت عطا فرمانے والا ہے، میں نے صغیری کے حاشیہ میں اس موہوم عبارت پر لکھا ہے ان کا قول اس بارے میں، یعنی: اس کی اقتدا تراویح میں درست ہے اس صورت میں جب کہ اس نے فرض جماعت سے نہ پڑھی ہوں، یوں ہی وتر کی جماعت میں بھی اقتدا درست ہے اس صورت میں جب اس نے تراویح جماعت سے نہ پڑھی ہو، (عبارت کا) یہ مطلب نہیں کہ اس کی اقتدا اس صورت میں بھی درست ہے جب اس نے فرض امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں، اس کو سمجھ لو، غور کرو اور ذہن نشین کر لو، جیسا کہ ہم بیان کر چکے کہ انہوں نے لفظ "تراویح" کی تصریح فرما کر اسی پر اکتفا کر لیا ہے، میں نے یہ سب اللہ عزوجل کی توفیق سے اپنی فقہی بصیرت کی روشنی میں لکھا، پھر اس کے لکھنے کے ایک ماہ یا اس سے کچھ زائد کا عرصہ گزرا ہی تھا کہ مجھے اپنے والد گرامی کی لائبریری میں "صغیری" مل گئی تو میں نے اس کی طرف رجوع کیا، الحمد للہ میں نے دیکھا کہ اس موہوم عبارت کے حاشیہ پر انہوں نے وہی جواب دیا جو میں نے دیا تھا اور اسی طرح بحث کی جیسی میں نے کی تھی، والحمد للہ علی ذالک۔

ان کی عبارت یہ ہے:

" صاحب صغیری کا قول یہ ہے کہ { صحیح بات یہ ہے کہ وہ ان تمام صورتوں میں اقتدا کر سکتا ہے } لیکن علامہ ابراہیم حلبی "صغیری" کے مصنف اصحاب تصحیح سے نہیں بلکہ وہ تو محض ناقل ہیں، اور شرح کبیر کا مطالعہ جس سے یہ صغیر ملخص تمہاری اس طرف رہنمائی کرے گی کہ تصحیح امام فقیہ ابو اللیث اور امام ظہیر الدین مرغینانی کی ہے کہ وہ دونوں بزرگ تراویح میں عدم اقتدا کی صورت میں وتر میں اقتدا کے جواز کی تصحیح کو ترجیح دیتے ہیں

اور فرض میں عدم اقتدا کی صورت میں وتر میں جواز اقتدا کی تصحیح کا کوئی اثر نہیں، اس طرف رجوع کیا جا سکتا ہے"، واقعہ یہ ہے کہ یہ صورت اختصار کی وجہ سے پیدا ہوئی لہذا متنبہ ہو جاؤ۔ اور میں کیا ہوں میری حیثیت ہی کیا ہے یہ تو سب ان کی خدمت کا فیض ہے، اللہ ان سے راضی ہو اور ان کو ہم سے راضی فرمائے، پھر اس پر تھوڑے دن گزرنے کے بعد آپ کے مبارک فتاوی میں ایک فتویٰ باب الوتر والنوافل مل گیا، اللہ تعالی ہم پر ان کے فیض کی بارش فرمائے، (١٦)۔

خلاصہ مباحث:

١: عبارت موہومہ کا یہ مسئلہ درست ہے اگر کسی نے فرض باجماعت نہ پڑھی تو وہ تراویح باجماعت پڑھ سکتا ہے یوں ہی جو جماعت تراویح میں شامل نہیں ہوا وہ جماعت وتر میں شریک ہو سکتا ہے اسی کو امام مرغینانی اور امام فقیہ ابواللیث نے راجح قرار دیا ہے۔

٢: رہا یہ کہ جو جماعت فرض میں شریک نہیں ہوا وہ جماعت وتر میں شامل ہو جائے یہ درست نہیں خود صاحب صغیری نے لفظ" تراویح" کی صراحت فرما کر اسی پر اکتفا فرمالیا یعنی تصحیح انہیں دو صورتوں سے متعلق ہے کہ جس نے امام کے ساتھ فرض نہیں پڑھی وہ تراویح پڑھ سکتا ہے ایسے ہی جس نے تراویح باجماعت نہ پڑھی یا کچھ پڑھی یا پھر کسی اور امام کی اقتداء میں پڑھیں تو وہ جماعت وتر میں شریک ہو سکتا ہے، اسی پر کبیری میں تصحیح ہے، مگر یہاں عبارت کے اختصار کی وجہ سے یہ وہم ہو گیا جس نے فرض باجماعت نہ پڑھی وہ بھی جماعت وتر میں شریک ہو جائے یہ درست نہیں بلکہ نرا وہم ہے۔

حضور مفتی اعظم اختتام فتویٰ پر تحدیث نعمت کے طور پر رقم طراز ہیں: "أنظر كيف سنح علي بعين أكثر ما سنح على أبي بفضله الوافي"

یعنی: دیکھو! رب تعالی کے بھرپور فضل و کرم سے یہ بات مجھ پر میرے والد ماجد سے زیادہ آشکارہ ہو گئی۔

کتبہ: فقیر فؤاد رضا قادری مظہری غفرلہ القوی ابن ظہیر ملت حضرت مولانا ظہیر رضا خان علیہ الرحمہ۔

مآخذ و مراجع

١: ماخوذ از آنلائن سوال و جواب سیشن حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ، بتاریخ ١٩ دسمبر ٢٠١٠ء، مفہوما

٢: جہان مفتی اعظم صفحہ: ٧٧٤

٣: تقدیم فتاوی مصطفویہ از فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ ٣١ / ١

٤: مرجع سابق

٥: جہان مفتی اعظم: ٦١٢٦: فتاوی رضویہ: ١ / ٧٦٣

٧: مرجع سابق

٨: تاج الشریعہ کی فقہی مجالس، صفحہ: ١٥٣

٩: مقالات شارح بخاری ٤ ١٣، ١٣٣ / ٣۔

١٠: فتاوی مفتی اعظم ٧٦ / ٣

١١: فتاوی مفتی اعظم ٧٦ / ٣

١٢: فتاوی مفتی اعظم ٨٠ / ٣

١٣: فتاوی مفتی اعظم ٨١ / ٣

١٤: فتاوی مفتی اعظم ٨٢ / ٣

١٥: أيش منحوت من "أي شيئ" بمعناه، و قد تكلمت به العرب، معجم الوسيط

١٦: فتاوی مفتی اعظم ٨٤ / ٣۔

□□□

حدیثِ استقبالِ ماہ رمضان کی توضیح وتشریح

از: مفتی مشتاق احمد امجدی، ازہری دارالافتاء، ناسک

ماہ رمضان اسلامی سال کا وہ مبارک مہینہ ہے جو اپنے دامن میں بے شمار انوار وتجلیات اور بے حساب برکات وحسنات رکھتا ہے، ذوق عبادت اور شوق بندگی رکھنے والوں کے لیے یہ مہینہ سراپا خیر وبرکت ہے اسی لیے اہل ایمان اوراہل ایقان کو اس ماہ مبارک کا شدت سے انتظار رہتا ہے ،حدیث شریف کے مطابق اس ماہ مبارک کے استقبال واحترام میں جنت کو سال بھر سنوارا اورسجایا جاتا ہے اور پھر جب اس مبارک ومسعود مہینہ کا چاند افق عالم پر طلوع کرتا ہے تو حوران جنت اللہ عزوجل کی بارگاہ میں روزہ داروں سے شرفِ زوجیت اوران سے آنکھوں کی ٹھنڈک کی تمنا ظاہر کرتی ہیں۔حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "إن الجنة تزخرف لرمضان من رأس الحول إلى حول قابل " قال :" فإذا كان أول يوم من رمضان هبت ريح تحت العرش من ورق الجنة على الحور العين فيقلن :يا رب اجعل لنا من عبادك أزواجا تقربهم أعيننا وتقر أعينهم بنا" رواه البيهقي في شعب الإيمان.

ایک حدیث شریف میں وارد ہوا کہ ماہ رمضان کی آمد آمد پر جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں،جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیطان لعین کے مکروشر سے بندوں کومحفوظ رکھنے کے لیے شیطان مردود قید کردیا جاتا ہے، حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ کریں:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم :اذا دخل رمضان فتحت ابواب السمآء وفی روایة فتحت ابواب الجنة وغلقت ابواب جهنم وسلسلت الشیاطین۔

[مشکوۃ شریف، ص:۱۷۳]

ان کے علاوہ مختلف احادیث طیبہ میں اس ماہ مبارک کی بے شمار فضیلتوں اور عظمتوں کا خطبہ پیش کیا گیا ہے، اسی لیے جب سے ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے ہیں اہل ایمان اس ماہ کی از حد قدر کرتے بلکہ ماہ شعبان جوں جوں ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے مومنین اس ماہ مبارک کو پانے کی تمنا لیے ہوئے اس کے استقبال اور خیر مقدم کے لیے تیار رہتے جو یقیناً ایمانی ذوق اور مومنانہ شوق کا ثمرہ ونتیجہ اور قیامت تک کے مومنین کے لیے بہترین اسوہ اور بے مثال نمونہ ہے۔

صحابہ کرام میں ماہ رمضان کے استقبال کا جوجذبہ تھا وہ

یقیناً نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کا اثر تھا ،کتب حدیث کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ شعبان کے اختتام پر سرورکونین شہنشاہ دارین جناب محمد رسول اللہ ارواحنا فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کو جمع فرماتے اور ماہ رمضان کے فضائل وکمالات بیان فرما کر انہیں اس ماہ کی قدر کرنے اور خوب خوب شوق عبادت کی تسکین کی تعلیم فرماتے، اسی قسم کی ایک طویل روایت مشکوۃ المصابیح کے کتاب الصوم میں ہے، چوں کہ یہ عظیم خطبہ ماہ شعبان کے آخری یوم کو ارشاد فرمایا گیا اسی لیے ہم اسے ''حدیثِ استقبالِ ماہ رمضان'' کا نام دیتے ہیں ،سب سے پہلے پوری حدیث شریف قارئین کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں بعدہ حدیث شریف کی قدرے توضیح وتشریح پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

''عن سلمان الفارسي رضي الله عنه قال: خطبنا رسول الله - صلَّى الله عليه وسلَّم - في آخِر يومٍ من شعبان فقال:يا أيها الناس، قد أظلَّكم شهرٌ عظيم مُبارَك، شهرٌ فيه ليلةٌ خيرٌ من ألف شهر، جعَل الله صِيامه فريضة، وقيامَ ليله تطوُّعًا، مَن تقرَّب فيه بخَصلةٍ من الخير كان كمَن أدَّى فريضةً فيما سِواه، ومَن أدَّى فريضةً فيه كان كمَن أدَّى سبعين فريضةً فيما سواه، وهو شهر الصبر، والصبر ثوابُه الجنَّة، وشهر المواساة، وشهرٌ يُزاد فيه رِزق المؤمن، مَن فطَّر فيه صائمًا كان مغفرةً لذنوبه وعتق رقبته من النار، وكان له مثلُ أجره من غير أنْ ينقص من أجره شيء، قالوا:يا رسول الله، ليس كلنا يجد ما يُفطِّر الصائم، فقال رسول الله - صلَّى الله عليه وسلَّم :يُعطِي الله هذا الثواب مَن فطَّر صائمًا على مدقة لبن اوتمرة او شربة من ماء ومن اشبع صائما سقاه الله من حوضى شربة لا يظمأ حتى يدخل الجنة وهو شهر أوله رحمة، وأوسطه مغفرة، وآخره عتق من النار، مَن خفَّف عن مملوكه فيه غفَر الله له وأعتقه من النار''

[مشكوة المصابيح ،كتاب الصوم ،الفصل الثالث، ص ١٧٣ :، كنز العمال، ٢٤٢٧٦]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

اس حدیث شریف کے راوی مشہور ومعروف صحابی رسول حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ کا شمار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہیتے اور اکابر صحابہ کرام میں ہوتا ہے، آپ کا نسبی تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا، آپ کا مجوسی نام ''مابہ'' تھا، آپ کم وبیش ۲۰۰/ دوسو برس اسلام کی تلاش میں سرگرداں رہے حتی کہ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک قدموں میں پہنچ کر اپنی طلب پوری کی ،سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور آپ کے اوصاف حمیدہ کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے اور اسلام کا کلمہ پڑھ کر ہمیشہ ہمیش کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار وقربان ہوگیے [حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طلب حق کے لیے جو طویل سفر فرمایا اس کی تفصیلی روداد مطولات میں موجود ہے] ،اسلام لانے کے بعد آپ کا نام ''سلمان'' رکھا گیا اور بارگاہِ نبوت سے ''سلمان الخیر'' لقب ملا، آپ کی کنیت: ''ابو عبداللہ'' ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ''مواخاۃ'' قائم فرمایا، آپ دونوں آپس میں اس درجہ محبت فرماتے کہ ایسی محبت دو سگے اور حقیقی بھائیوں میں نظر نہیں آتی

،حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں آپ کو ۶۵۶ء میں مدائن کا گورنر مقرر کیا مگر وہاں کی آب وہوا آپ کو راس نہ آئی اور وہاں جانے کے محض چند ہفتوں بعد ۱۰/رجب المرجب ۳۳ھ کو آپ کا وصال باکمال ہوگیا، آپ کا مزار فائض الانوار ''مدائن'' میں ہے۔

حدیث شریف کی تشریح وتوضیح:

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کی آمد کے حسین و پر بہار موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان جو عظیم خطبہ دیا اس میں گیارہ پاکیزہ بول ارشاد فرمائے جو ماہ رمضان کی عظمت واہمیت، اس کی رفعت وعلو مرتبت اور اس کے محاسن وامتیازات پر مشتمل ہیں، ذیل میں ہر ایک کی قدرے تشریح پیش کی جاتی ہے۔

پہلا بول: ''یاایھاالناس قد اظلکم شھر عظیم'' یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ایمان والو! تحقیق کہ تم پر عظمت والا مہینہ سایہ کیا۔

اس ارشاد کے مطابق ماہ رمضان عظمتوں والا مہینہ ہے اور گنہگاروں کے لیے سایہ دار درخت کی طرح ہے یعنی جس طرح ایک انسان دھوپ کی تپش سے پریشان ہوجاتا ہے تو وہ کوئی سایہ دار درخت تلاش کرتا ہے تاکہ اس کے چھاؤں میں پہنچ کر سکون کی سانس لے اور تھکان دور کرے اور اسے فرحت وخوشی حاصل ہو اسی طرح یہ ماہ مبارک بھی سال کے گیارہ مہینے گناہوں سے آلودہ اور اللہ ورسول کی نافرمانیوں سے تھکے ماندوں کے لیے سایہ دار درخت کے مانند ہے، جو کوئی گنہگار وعصیاں شعار بندہ اس ماہ مبارک کو پالیتا ہے یہ مہینہ اسے اپنے سایہ شفقت سے ایسا نوازتا ہے اور ایسا سکون پہنچاتا ہے کہ اسے اس ماہ مبارک میں فرض روزے رکھنے، نماز پنجگانہ کے ساتھ نماز تراویح پڑھنے، قرآن حکیم کی تلاوت اور دیگر اعمال خیر بجالانے کی توفیق ارزانی ہوتی ہے اور وہ آخرت کے عذاب شدید سے محفوظ ومامون ہوجاتا ہے۔

دوسرا بول: ''شھر مبارک'' یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ برکت والا مہینہ ہے، اس ماہ مبارک کی برکت حسی بھی ہے اور معنوی بھی۔ حسی تو یہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں ہر روزہ دار کو ایسی ایسی نعمتیں ملتی ہیں جو دوسرے مہینوں میں نہیں مل پاتیں، یہ سب اسی ماہ مبارک کی برکات ہی تو ہیں جس کے جلوے ہر روزہ دار بخوبی محسوس کرتا ہے اور معنوی برکت یہ ہے کہ اس مبارک مہینے میں انسانوں کے دلوں میں نیکیوں، ہمدردیوں اور اچھائیوں کا وہ جذبۂ بیکراں پیدا ہوتا ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہو پاتا۔

تیسرا بول: ''شھر فیہ لیلۃ خیر من الف شھر'' یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ مہینہ ہے جس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس ارشاد پاک میں اس بابرکت رات سے ''شب قدر'' مراد ہے، اس بارے میں ائمہ محدثین وفقہا کے درمیان اختلاف ہے کہ ''شب قدر'' کون سی رات ہے؟ جمہور محدثین وفقہا نے اپنے تجربات کی روشنی میں جس قول کو اختیار فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ ''شب قدر'' ماہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے، یوں تو پورے ماہ رمضان میں نیکیوں کا اجر وثواب بڑھا دیا جاتا ہے مگر خاص اس شب میں اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں سے بہت قریب ہوتی ہے حتی کہ اس رات کو کی جانے والی تھوڑی عبادت ہزار مہینوں کی نفلی عبادت سے افضل وبہتر ہے، اس شب کی فضیلت پر

قرآن حکیم میں پوری ایک سورۂ مبارکہ نازل ہوئی ہے جو سورۂ قدر کے نام سے ۳۰رویں پارے میں موجود ہے، جس کی بے شمار برکتیں ہیں۔

چوتھابول: "**جعل الله صيامه فريضة وقيام ليله تطوعا**" یعنی رحمت دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اس ماہ کے روزے فرض فرمائے اور اس کی راتوں کو قیام کرنا نفل بنایا، شروع اسلام (مکی دور) میں ماہ رمضان کے روزے فرض نہ تھے، بلکہ ۲ھ میں فرض ہوئے، اس میں قیام اللیل یعنی رات کے قیام سے مراد نماز تراویح اور "**تطوعاً**" سے مراد "زائد" ہے جس کا ترجمہ ہم نے نفل سے کیا لہٰذا اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ نماز تراویح نفل ہے بلکہ نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے جو ہر بالغ مرد و عورت پر دس سلاموں سے بیس رکعات مشروع ہے یہی جمہور صحابہ وتابعین اور فقہائے احناف کا مختار و مفتی بہ مذہب ہے، نماز تراویح آٹھ رکعت یا بارہ رکعت کہنا ہمارے زمانہ کے وہابیوں اور غیر مقلدوں کا شعار ہے۔ اس مسئلہ پر ہمارے علمائے اعلام نے مستقل رسالے اور کتابیں تحریر فرمائی ہیں اور مسئلہ دائرہ کو متعدد طریقوں سے محقق و منقح فرمایا ہے۔

پانچواں بول: "**من تقرب فيه بخصلة من الخير كان كمن ادى فريضة فيما سواه ومن اڈی فريضة فيه كان كمن اڈی سبعين فريضة فيما سواه**" یعنی رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس مہینے میں کسی نفلی کام سے اللہ کا قرب چاہا یعنی کوئی بھی نفلی کام کیا تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے ماہ رمضان کے علاوہ اور دنوں میں فرض ادا کیا اور جس نے اس مہینے میں فرض ادا کیا وہ ایسا ہے جیسے دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کیے، اس ارشاد رسول کے مطابق رمضان المبارک میں نفل کام پر ایک فرض کے برابر اور ایک فرض ادا کرنے پر ستر فرضوں کے برابر اجر و ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ **ذلک فضل الله یوتیه من یشاء۔**

چھٹا اور ساتواں بول: "**هو شهر الصبر والصبر ثوابه الجنة وشهر المواساة**" یعنی سلطان دارین محبوب رب المشرقین والمغربین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ماہ رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور وہ ہمدردی کا مہینہ ہے۔ یہاں صبر سے مراد یہ ہے کہ آدمی اور مہینوں کے دنوں میں متنوع پکوان بھی کھاتا ہے اور طرح طرح کے مشروبات بھی پیتا ہے اور رات کو دن کے کام کاج کا تکان دور کرنے کے لیے آرام بھی کرتا ہے مگر جوں ہی رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لیے دن میں کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے اور رات کو اپنے سونے کے اوقات سے کچھ وقت قربان کر کے نماز تراویح ادا کرتا ہے کیوں کہ یہ مہینہ صبر وتحمل کا ہے، اس ماہ بندۂ مومن کے صبر کا انداز اتنا نرالہ اور مثالی ہے کہ دانا پانی پاس ہونے بلکہ اپنے کمرے کی تنہائی میں ہونے کے باوجود نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے بلکہ صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رہتا ہے گویا یہ مہینہ مومنوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی یاد راسخ ومضبوط کرتا ہے اسی لیے فرمایا گیا کہ صبر کا ثواب جنت ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے صابر اور روزے دار بندوں کو جنت کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے۔

آٹھواں بول: "**وشهر يزاد فيه رزق المومن**" یعنی اللہ کے محبوب دانائے خفایا وغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا

جاتا ہے جس کا عام مشاہدہ ہے جیسا کہ "شھر مبارک" کے تحت گزرا۔

نواں بول: "من فطّر فيه صائما كان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار وكان له مثل اجره من غير أنْ ينقص من أجره شيء، قالوا: يارسول الله، ليس كلنا يجد ما يُفطِر الصائم، فقال رسول الله - صلّى الله عليه وسلّم :يُعطِي الله هذا الثواب مَن فطَّر صائمًا على مدقة لبن اوتمرة اوشربة من ماء ومن اشبع صائما سقاه الله من حوضى شربة لايظمأ حتى يدخل الجنة"۔

یعنی رسول ہاشمی مکی ومدنی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اس مہینے میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو اس کے گناہ بخش دئے جائیں گے اور جہنم سے اس کی گردن آزاد کردی جائے گی اور اسے روزہ رکھنے والے کے برابر اجر وثواب دیا جائے گا، روزہ دار کے اجر وثواب سے کچھ کمی کیے بغیر، صحابہ کرام نے عرض کیا: ہم میں سے ہر کوئی اتنا نہیں پاتا کہ جس سے روزہ دار کو افطار کرا سکے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ اجر وثواب اسے بھی عطا فرمائے گا جو کسی روزہ دار کو گھونٹ بھر دودھ، یا ایک کھجور یا ایک گلاس پانی پر افطار کرائے اور جو کسی روزہ دار کو شکم سیر کردے اسے اللہ تعالیٰ میرے حوض سے وہ پانی پلائے گا کہ وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اس فرمان رسالت مآب میں کسی روزہ دار کو افطار کرانے پر اجر وثواب کا وعدہ بیان کیا گیا ہے، اس ارشاد رسول کے مطابق ماہ رمضان میں کسی روزہ دار کو افطار کرانے پر افطار کرانے والے کو تین بڑے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں: (۱) گناہوں کی مغفرت وبخشش (۲) جہنم سے آزادی (۳) روزہ دار کے برابر اجر وثواب کا حصول۔

ایک عوامی غلط فہمی کا ازالہ: یہاں پر عوام میں پائی جانے والی ایک بڑی غلط فہمی کا ازالہ مناسب معلوم ہوتا ہے، عموماً کم پڑھے لکھے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو اِسے روزہ دار کے برابر اجر وثواب ملتا ہے اور روزہ دار کا اپنا ثواب ختم ہو جاتا ہے اس لیے بسا اوقات بہت سے روزہ دار کسی دوسرے کے سامان سے افطار کرنے سے کتراتے ہیں اور بہت سے تو یہ کہہ کر صاف منع کر دیتے ہیں کہ "تم بہت چالاک ہو ہم تمہاری چیز پر افطار کر کے اپنا ثواب تم کو دے دیں" جبکہ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ افطار کرانے پر افطار کرانے والے کو روزہ رکھنے والے کے برابر ضرور ثواب ملتا ہے مگر اس سے روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی جیسا کہ صاف حدیث شریف میں گذرا "من غير أنْ ينقص من أجره شيء"۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم اور صحیح دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

مذکورہ فرمان نبوی کے مطابق افطار کرانے پر یہ ثواب صرف اسی کو نہیں ملتا جو روزہ دار کو قسم قسم کے پکوان اور طرح طرح کے مشروبات سے افطار کرائے بلکہ جو کسی روزہ دار کو ایک کھجور یا ایک گلاس دودھ یا ایک گلاس شربت ہی سے افطار کرادے اسے بھی وہی ثواب دیا جائے گا جو متعدد اشیائے خوردنی پر کسی روزہ دار کو افطار کرانے پر دیا جاتا ہے۔ ہاں جو کسی روزہ دار کو مکمل آسودہ اور شکم سیر کرادے اس کے لیے خصوصی انعام کا وعدہ فرمایا گیا ہے چناں چہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے حق میں فرمایا: اللہ تعالیٰ اسے حوض کوثر سے وہ جام لبالب

پلائے گا کہ وہ ہمیشہ پیاسہ ہونے سے محفوظ ہو جائے یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

دسواں بول: ”وهو شهرٌ أوله رحمة، وأوسطه مغفرة، وآخره عتق من النار“۔ یعنی تاجدار مدینہ سرور قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ مہینہ ہے جس کے شروع میں رحمت، بیچ میں مغفرت اور آخر میں جہنم سے آزادی ہے۔

اس فرمان عالی شان کا مطلب یہ ہے کہ یوں تو ماہ رمضان کے تیسوں دن اور ہر دن کا ہر لمحہ سراپا خیر وبرکت والا ہے مگر اس ماہ کے شروع کے دس دنوں میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خصوصی رحمتوں کا نزول فرماتا ہے جس کے سبب سے بندے حالت روزہ میں آنے والی آزمائشوں مثلا بھوک و پیاس کی شدت کو برداشت کرنے کی قوت پاتے ہیں اور اپنی معاشی ضروریات کے ساتھ رات میں تراویح اور تلاوت وغیرہ کی ہمت کر لیتے ہیں۔ اور درمیان کے دس دنوں میں کثرت سے بندوں کے گناہ معاف فرماتا ہے اور آخری دس دنوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں سے بہت قریب ہو جاتی ہے حتی کہ ان دنوں میں بڑے بڑے مجرم و بدکار جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت کاملہ سے انہیں نار جہنم سے آزاد فرما دیتا ہے اور ان کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔

گیارہوں بول: ”ومن خفف عن مملوكه فيه غفر الله له واعتقه من النار“۔ یعنی نبی آخر الزماں سرور کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اس مہینے میں اپنے ماتحتوں کے کام میں تخفیف کرے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما کر جہنم سے بری فرما دے گا۔

مذکورہ فرمان عالی شان کے مطابق ماہ رمضان المبارک میں جو شخص اپنے ماتحتوں مثلا مزدوروں، غلاموں، نوکروں وغیرہ کے کاموں میں آسانی کرتے ہوئے کام کے وقت میں کمی کر دے اور مزدوری پورے وقت کی دے تو اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں اس کے گناہ معاف فرما دے گا اور اسے جہنم کی آگ سے آزاد فرما دے گا، گویا یہ مہینہ اپنے ماتحتوں اور نوکروں پر مہربانی اور شفقت کرنے کا مہینہ ہے۔

اس فرمان رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شرح کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: اسلامی بادشاہ رمضان میں ہر محکمہ میں چھٹی کرتے تھے، اب بھی مدارس اسلامیہ رمضان میں بند رہتے ہیں تا کہ مدرسین کو فرصت اور طلبہ کو فراغت ملے، بعض امرا اس مہینہ میں نوکروں سے کام یا تو لیتے نہیں یا بہت کم لیتے ہیں مگر ان کی تنخواہ اور کھانا وغیرہ برابر دیتے رہتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث شریف ہے۔ [مرآۃ المناجیح، ج ۳:ص ۱۵۳:]

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ماہ رمضان کی آمد کا انتظار کرنے، اس کی آمد پر اظہار فرحت وسرور اور کثرت سے طاعات وعبادات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

محتاج دعا

ابوالاختر مشتاق احمد امجدی غفرلہ

خادم: ازہری دار الافتاء، ناسک

صدر المدرسین

امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک

□□□

موجودہ حالات اور ہماری ذمے داریاں

خود کفیل بنیں...اپنے تعلیمی اداروں کے وسائل مضبوط کریں

مولانا غلام مصطفیٰ رضوی [نوری مشن مالیگاؤں]

اسلام کے خلاف باطل کی یورش ہر دور میں رہی ہے۔ جیسے حملے ہوں اس کے موافق اپنا دفاع ضروری ہے۔ اس وقت ہر شعبہ میں ہمیں تعصب کا شکار بنایا جا رہا ہے۔ تعلیم، معیشت، شریعت، اوقاف غرض کہ کوئی پہلو ایسا نہیں کہ جس پر ضرب نہ لگائی جا رہی ہو۔ حالات کے پیش نظر اور اسلاف کی تعلیمات کی روشنی میں درج ذیل نکات پر ہمیں کام کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ ہم اپنے تشخص کو بچا سکیں اور بحیثیت مسلمان اپنے ایمان و عقیدہ کے تحفظ کی فکر کریں۔

پس ماندہ طبقات سے متعلق:

دَھرم پریورتن اور فتنۂ ارتداد کی دستک ہے۔ مسلمانوں کو مشرک/کافر/عیسائی بنانے کے لیے ہندو تنظیمیں/مشنریاں سرگرمِ عمل ہیں۔ اس رُخ سے چاہیے کہ ہم:

[۱] غریبوں کی کفالت کریں۔

[۲] غریب/مریضوں سے اظہارِ ہمدردی کریں۔ علاج ومعالجہ کا بہتر انتظام کریں۔

[۳] غریب/یتیم بچیوں کی شادی کا انتظام کریں۔ شادیاں سادگی سے اور کم خرچ میں ادا کریں۔

[۴] غریب بچوں کی تعلیم (دینی/عصری) کی کفالت متمول افراد (امرا) اپنے ذمہ لیں۔

[۵] غریبوں، پچھڑے لوگوں، ناداروں سے حُسنِ سلوک کریں، جھڑکنے سے بچیں، ان کا دل نہ توڑیں، اس لیے بھی کہ اغیار دل جوئی، دادرَسی، مالی اعانت سے ہی فتنۂ ارتداد پھیلا رہے ہیں۔ جب کہ حُسنِ سلوک کی تعلیم تو سُنّتِ نبوی ﷺ ہے۔ جس پر ہمیں بہرحال عمل کرنا ہی چاہیے۔

مدارس سے متعلق:

(الف) نظام وتربیت:

[۱] مدارس، مکاتب میں وقت کی قدر دانی کی جائے۔ تمام نظام وقت کی پابندی سے ہی چلائے جائیں۔

[۲] معیاری تعلیم دی جائے۔ اساتذہ لگن سے پڑھائیں۔ کم وقت میں زیادہ مواد طلبہ تک پہنچائیں تاکہ جامع تعلیم ہو۔

[۳] طلبہ کی اخلاقی تربیت کریں۔ بوقتِ تربیت اساتذہ وطلبہ کے لیے موبائل کا استعمال ممنوع ہو۔

[۴] طلبہ کو اسلامی/ہندستانی تاریخ بھی بتائی جائے تاکہ ان کے اندر خودداری وشجاعت پیدا ہو۔

[۵] نماز، اعمالِ صالح کی پابندی کروائی جائے۔ اخلاقی تربیت۔ بڑوں کا ادب واحترام، حسنِ سلوک سکھایا جائے۔

[۶] اردو، عربی، فارسی کے ساتھ ہی انگریزی اور ہندی زبانیں بھی سکھائی جائیں۔ بہترین عربی سکھائی جائے۔ تلفظ درست کروایا جائے۔

[۷] قوم کے طلبہ کو ان کے ذوق کے پیشِ نظر وکالت، معیشت، سیاسی امور سے منسلک تعلیم بھی دلوائی جائے۔

[۸] دینی تعلیم، امامت، تدریس میں انھیں قومی تعمیر کی لگن کو فائق رکھنے کا درس دیا جائے۔ تعلیم برائے معاش کی بجائے تعلیم برائے خدمت کا مزاج تشکیل دیا جائے۔

[۹] تعلیمی ادارے خستہ بھی ہوں تو چل جائے گا لیکن ادارہ صاف ستھرا ہو، ڈسپلن کا پابند ہو۔

[۱۰] ادارے کے پروگراموں میں شریعت کی حدود میں، وطن سے محبت کے اظہار میں بھی پروگرام منعقد کیے جائیں۔

(ب) وسائل وترقی:

[۱] مدارس کے مصارف میں اعتدال کی راہ اختیار کی جائے۔

[۲] وسائل اگر کم ہوں تو ضروریات کی تشفی محدود وسائل سے کی جائے۔ مثلاً ۵/اساتذہ درکار ہوں، وسائل ۴/اساتذہ کے ہوں تو اضافی محنت سے ۴/اساتذہ میں ۵/اساتذہ کی ذمہ داریاں تقسیم کی جائیں۔

[۳] اساتذہ کی تنخواہ مناسب دی جائے کہ زمانی ضروریات کے پیشِ نظر بہتر گزر بسر ہو سکے۔

[۴] ادارہ کے اضافی اخراجات پر قابو پایا جائے۔ جیسے سالانہ اجلاس میں دو یا زیادہ مقررین کی بجائے ایک مقرر بلایا جائے۔ زیادہ نذرانہ دینے کی روایت ختم کر کے درمیانہ نذرانہ پیش کیا جائے۔

[۵] جلسوں، پروگراموں کے اشتہارات بجائے ملٹی کلر کے عام کاغذ پر سادہ و یک رنگی شائع کیے جائیں۔ دعوت نامے سادہ بنوائے جائیں۔ اخراجات پر کنٹرول کیا جائے۔

دیگر سرگرمیوں سے متعلق:

[۱] جلسوں کے وقت میں کمی کی جائے۔ پوری رات کے اجلاس کو محض دو ڈھائی گھنٹوں میں سمیٹا جائے۔

[۲] ہر کام وقت کی پابندی کے ساتھ کیے جائیں۔

[۳] باہمی تنازعہ پر آپس میں مل بیٹھ کر حل تلاش کیے جائیں۔ کورٹوں سے قوم کو بچایا جائے۔

اعلیٰ حضرت نے ایک صدی قبل فرمایا تھا کہ: ''باستثنا (علاوہ اس کے) ان معدود (چند) باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی (دخل) ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے''۔ (تدبیر فلاح ونجات واصلاح، ص ۱۲، نوری مشن مالیگاؤں ۲۰۰۸ء)

[۴] تجارتی معاملات میں قومی مفاد کو ترجیح دیں، اپنی مصنوعات کا فروغ ہو اور مسلم تاجر بھی مالوں کے دام کم نفع کے اعتبار سے متعین کریں تا کہ فروخت زیادہ ہو اور نفع میں برکت ظاہر ہو۔ اعلیٰ حضرت نے سو سال قبل فرمایا تھا:

''اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا۔ اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکا والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی (ہنر) کی گڑھت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔'' (نفس مصدر)

بہر کیف! محض چند ساعتوں میں یہ تجاویز ذکر کی گئیں۔ تا کہ عمل کی کوئی صورت پیدا کی جا سکے۔ ہندستان کے موجودہ حالات کے پیشِ نظر مسلمانوں کی دینی و تعلیمی بقا کے لیے ہم بیدار ہوں تا کہ اسلام دشمن طاقتوں کے عزائم خاک میں ملیں۔

☆☆☆

عصر حاضر میں روزگار کے کچھ نئے پرانے ذرائع

مولانا خالد ایوب شیرانی
چیرمین: تحریک علمائے ہند، جے پور

ہمارے عہد کو اس بات پر اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے ٹیکنالوجی اور سائنس کی بدولت بے پناہ آسانیاں پیدا فرما دی ہیں اور کاروبار یا روزگار کے سلسلے میں پہلے جس طرح کی دقتوں کا سامنا ہوا کرتا تھا، اب بشرط محنت بہت ساری پریشانیاں آسانیوں میں بدل چکی ہیں۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ آج کا دور انسان سے ذہنی اور فکری محنتوں کا بہر حال مطالبہ کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب تک کسی کاروبار کے پیچھے پر عزم ہمت، مکمل ریسرچ، خاطر خواہ تربیت اور پھر اپنی معلومات کے مطابق برآمد نتائج کی روشنی میں عمل پیہم نہیں ہوتا، تب تک نئے پلان تو کیا کیے جائیں، بہت سارے جاری بزنس بھی فلاپ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس میں کوئی دورائے نہیں کہ یہ انسان کا اپنا ذاتی قصور ہوگا، بہر حال قدرت نے تو آسانیاں فراہم کر رکھی ہیں۔

روزگار جیسے ہر فرد کی ذاتی ضرورت ہے، ویسے ہی اسلامی نقطہ نظر سے رزق حلال کا اہتمام اہم ترین مذہبی فریضہ بھی ہے اور ہمارے ہاں یہ فریضہ کئی شکلوں میں انجام پاتا ہے۔ کچھ لوگ اپنے علم کو ذریعہ معاش بناتے ہیں، کچھ ہنر کو، کہیں خدمات فراہم کر کے دو وقت کی غذا کا اہتمام کیا جاتا ہے تو کہیں تجارت کی نت نئی شکلیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ لیکن اس کی عملی شکل چاہے کچھ بھی ہو، بہر صورت آج روزی روزگار کے اسباب و وسائل کا دائرہ وسیع ہوا ہے۔ ان شاء اللہ تعالی ہم اپنے اس مضمون میں کچھ اسی قسم کے نئے پرانے ذرائع معاش پر بات کریں گے، جن سے کافی کچھ اخذ کیا جا سکتا ہے، امید ہے یہ کوشش ضرورت منداور عقل مند ہر دو طرح کے لوگوں کے لیے مفید ہوگی۔

ای کامرس:

عصر حاضر کے تناظر میں روزگار اور کسب معاش کے لیے ای کامرس بہت معقول طرز تجارت ہے، جس میں چاہیں تو پورا وقت بھی نہ دیں، پارٹ ٹائم کر لیں اور وقت میں گنجائش ہو تو کل وقتی بھی کر سکتے ہیں۔

ای کامرس کا مطلب ہوتا ہے آن لائن تجارت۔ اس طرز تجارت میں لین دین کے لیے تقریباً وہی تمام طریقے استعمال ہوتے ہیں، جو ایک مدت سے بازاروں میں معمول رہے ہیں، البتہ آن لائن ہونے کی وجہ سے اس تجارت کو کئی اضافی فائدے حاصل ہوتے ہیں، جو آف لائن تجارت میں متصور نہیں۔ جیسے:

(الف) آن لائن تجارت کا دائرہ کار پوری دنیا ہو سکتی ہے اور یہ اس کا وہ پہلو ہے، جو اس کی افادیت کو ہزاروں گنا بڑھا دیتا ہے۔

(ب) اس تجارت میں اس قدر جسمانی محنت کی ضرورت نہیں ہوتی، جتنی آف لائن میں ہوتی ہے۔

(ج) ڈیکوریشن اور اسٹاف جیسے گراں قیمت ظاہری رکھ

Scanned with CamScanner

رکھاؤ کے اہتمام سے نجات مل جاتی ہے۔ کیوں کہ یہ پورا سسٹم ذہنی اور فکری صلاحیتوں پر کام کرتا ہے۔

امیزن، فلپ کارٹ، سنیپ ڈیل، علی بابا، اِبے، اُٹسی اور انڈیا مارٹ جیسی کئی درجنوں ای کامرس کمپنیاں ہیں، جو انٹرنیشنل پلیٹ فارم کے طور پر کام کرتی ہیں اور اپنے صارف کو گھر بیٹھے ہر طرح کی سہولیات دیتی ہیں۔ جو لوگ ای کامرس یا کسی بھی میدان میں کچھ کرنا چاہتے ہوں، انہیں چاہیے کہ وہ سب سے پہلے اپنے متعلقہ میدانوں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کریں، اچھے برے، مثبت منفی، کامیابی ناکامی وغیرہ کے تمام نکات کا بہت گہرائی سے مطالعہ کریں اور اپنے موضوع پر اتھارٹی کی حد تک تحقیق کرلیں۔ اس کے لیے انھیں بہت کچھ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ آج یوٹیوب اور گوگل کے ذریعے بہت آسانی سے کسی بھی موضوع کے متعلق اچھی خاصی معلومات یکجا کی جاسکتی ہیں۔ بہت ساری کمپنیاں اپنے طریق کار سمجھانے کے لیے افراد مہیا کرواتی ہیں، ان سے ورکشاپ لیں اور پھر ہدایات کے مطابق محنت کے ساتھ آگے بڑھیں، ان شاء اللہ تعالیٰ بہت کم خرچ میں اور بارہا کچھ بھی خرچ کیے بنا اچھا خاصا فائدہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

آج تقریباً ہر آن لائن سروس میں ریٹنگ سسٹم پایا جاتا ہے، جس کے ذریعے کسٹمر سیلر کو ریٹ کرتا ہے۔ جو سیلر محنت سے کام کرتے ہیں اور اپنے کسٹمرز کو مطمئن کرنے میں کامیاب رہتے ہیں، وہ ان کمپنیوں کے بیسٹ سیلر مانے جاتے ہیں اور یہ کمپنیاں از خود انھیں پروموٹ کرتی ہیں۔

ای سروس:

اُولا اور اُبیر جیسی کمپنیوں کا بھی اپنا ایک مستقل جہاں ہے، جو خود کی ذاتی ایک بھی کار لگائے بنا عالمی سطح پر دنیا جہان کو نوکریاں دے رہی ہیں اور اپنا موٹا کمیشن کما رہی ہیں۔ ان کمپنیوں میں وہ لوگ بھی کام کرسکتے ہیں، جو پارٹ ٹائم جاب کرنا چاہتے ہیں اور یہ کام جیسے کار اور رکشہ وغیرہ کے ذریعہ ہوتا ہے، ویسے ہی اب موٹر سائیکل کے ذریعے بھی ہورہا ہے یعنی اب کوئی بھی موٹر سائیکل چلانے والا اپنی موٹر سائیکل کرائے کے طور پر استعمال کر کے ہر مہینے جزوقتی طور پر خاصی رقم کما سکتا ہے۔

انھی کی طرح ''اویو کمپنی'' ہوٹل کرائے پر دستیاب کرواتی ہے اور محض بچولیے کا کردار نبھا کر دنیا بھر کی مہمان نوازی کر رہی ہے۔ یہ چند مثالیں ہیں، ورنہ اسی طرح کی کئی درجنوں کمپنیاں ہیں، جو زندگی کے الگ الگ میدانوں میں الگ الگ خدمات فراہم کرتی ہیں، ان سے جڑ کر کمیشن کی شکل میں اچھا خاصا فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ان سے جڑنے کا طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم انہیں کسٹمرز دیں اور دوسرے لوگوں کو ان سے جوڑیں۔

ڈیجیٹل مارکیٹنگ:

اگر کوئی یہ سب نہیں کرنا چاہتا بلکہ خود کا کوئی سیٹ اپ بنانا چاہتا ہے تو اس کے لیے بھی معمولی خرچ پر ہر چیز کی مارکیٹنگ کرنے کے لیے ڈیجیٹل مارکیٹنگ کمپنیوں کے افراد تیار ملتے ہیں، جن کے واسطے سے ہر چیز بیچی جاسکتی ہے۔ حال یہ ہے کہ اب کے دور میں گوبر بھی مہنگے داموں میں بیچا جارہا ہے شرط یہ ہے کہ بیچنے والا دانش ور/ اپ ڈیٹ اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ رکھنے والا ہو۔

ترجمہ کاری/مضمون نگاری:

علمائے کرام کے لیے ٹرانسلیشن یعنی ترجمہ کاری کا کام بھی ایک بہت بڑا کام ہوسکتا ہے، جس میں بہت ساری زبانوں کا استعمال کیا جاسکتا ہے مثلاً عربی، یا ہندی، یا انگریزی، یا فارسی وغیرہ علما کے لیے وہ زبانیں ہوسکتی ہیں، جن سے عام طور

Scanned with CamScanner

پر بہت سے علما واقف ہوتے ہیں، وہ ان کے باہمی ترجمہ کاری کا کام سنبھال سکتے ہیں۔ ترجمہ کاری کا یہ کام گورنمنٹ کے لیے بھی کیا جا سکتا ہے، بڑی کمپنیوں کے لیے بھی اور کتب خانوں کے لیے بھی۔ اب کے دور میں یہ کام آن لائن بھی خوب ہو رہا ہے اور آف لائن بھی چل رہا ہے۔ جن لوگوں کا قرطاس و قلم سے تعلق ہے وہ مضمون نگاری کر سکتے ہیں۔ یہ کام اخبارات ورسائل، ویب سائٹس اور اب کمپنیوں کے لیے بھی ہوتا ہے۔

حالاں کہ ترجمہ کاری اور مضمون نگاری سے بھی بڑا کام کرائے کی تصنیف و تالیف کا ہے جسے گھوسٹ رائٹنگ کہا جاتا ہے، لیکن چوں کہ یہ محض علمی سرقہ ہے جسے مہذب دنیا نے قبول کر لیا ہے اور اسلام پہلے کی طرح اب بھی نکارتا ہے، اس لیے اس کا مشورہ نہیں دیا جا سکتا بلکہ کسی بھی غیرت مند کو ایسا کوئی بھی کام کرنے سے بہر حال پرہیز کرنا چاہیے جس سے وہ علمی اور دینی طور پر مجرم ٹھہرے اور چند ٹکوں کی بدولت کھلے بندوں اپنی محنت کسی اور کے نام کر دے۔ اس موقع پر ہمیں ان مذہبی تنظیموں کے سربراہوں/ امیروں/ ذمہ داروں پر بھی افسوس کرنا چاہیے جو اپنی عقیدت مندیوں کا استحصال کرتے ہوئے دھڑلے سے یہ کام کر رہے ہیں اور ان کی تمام تر تنظیمی مصروفیات کے باوجود آئے دن ان کی کتابوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے، اس طرز عمل سے عامیوں کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا سکتی ہے لیکن اہل علم اور تاریخ اس سارقانہ عمل کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتی۔

کنسلٹنسی سروس:

اللہ رب العزت نے جنھیں تدبیری صلاحیتوں سے نوازا ہے اور جنھیں مسائل کی گتھیاں سلجھانے کا ہنر آتا ہے، وہ لوگ اب کے عہد میں کنسلٹنسی سروس دے کر اچھا خاصا کام کر سکتے ہیں، بہت ساری ویب سائٹس ہیں، جو آن لائن مشورے مشاورت کے لیے سروس دیتی ہیں، ان سے مربوط ہو کر یہ کام بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

ای ٹیچنگ:

آن لائن تدریس بجائے خود ایک بہت بڑا میدان ہے، جس کی اہمیت و افادیت میں کورونا وائرس نے مزید اضافہ کر دیا ہے اور اب بہت سارے آف لائن ادارے بھی آن لائن ہو چکے ہیں بلکہ آن لائن ہونے پر مجبور ہیں۔ جیسے جیسے اس میدان کی توسیع ہوئی ہے، ویسے ہی اس کے لیے درکار افراد کی ضرورت بھی غیر معمولی بڑھی ہے، اہل علم یہاں بھی ہنر آزمائی کر سکتے ہیں۔

آن لائن تدریس میں صرف چند مروجہ اور معروف علوم کی تدریس ہی شامل نہیں بلکہ اس میں جہاں مذہبی طور پر درس نظامی، حفظ و قراءت، امامت و خطابت اور دعوت و تبلیغ وغیرہ شامل ہیں، وہیں زندگی کے بہت سارے اصول و آداب اور ہنر مندیوں پر بھی کام یاب تدریسی و تربیتی تجربہ کیا جا سکتا ہے۔ اس خصوص میں اولاد کی تربیت، گارڈننگ، کھانا پکانا، پیکنگ کرنا، پڑھانے کا طریقہ سکھانا، مہندی ڈیزائننگ، سلائی اور پرسنلٹی ڈیولپمنٹ جیسے کوئی ہزاروں میدان ہیں، جو عصر حاضر میں پروفیشن بن چکے ہیں اور جن کو سکھانے والوں کی طرح سیکھنے والوں کا بھی ایک غیر متناہی سلسلہ ہے۔ یعنی موٹے طور پر یہ کہنا بجا ہے کہ آج کے عہد میں جس کے اندر قدرت نے جو بھی ہنر رکھا ہے، اگر وہ اس کا صحیح ادراک کر کے اس کو پروموٹ کرنا چاہے اور ایمان داری کے ساتھ فیض پہنچانا چاہے تو ایک دنیا کو ہمیشہ اکتساب کے لیے تیار پائے گا۔

اسپریچول اسٹیشن:

جنہیں ذکر و فکر، روحانیت اور تصوف سے شغف ہے اور وہ ان میدانوں میں کچھ کرنا چاہتے ہیں، وہ بھی اسپریچول اسٹیشن قائم

کر کے بہت کچھ کر سکتے ہیں کیوں کہ آج کی دنیا کے پاس مال وزر کی کمی ہے، نہ جاہ وحشم کی، البتہ جیسے جیسے دنیا کی رفتار تیز ہو رہی ہے، دلوں کا سکون اچاٹ ہوتا جا رہا ہے اور اس کی بازیابی کی تنہا صورت ذکر الٰہی، تزکیہ نفسی اور محاسبہ خودی ہے، جس کی حقیقی تعلیم دینے والے لوگ یا تو دنیا میں ہیں ہی نہیں، یا کم سے کم آن لائن نہیں۔ ایسے میں بہت سارے باطل مذاہب کے پیروکار اور بالخصوص عیسائی اور ہندو روحانی پیشواؤں کی ایک ٹولی ہے جو کبھی میوزک کے نام پر، کبھی ڈانس، کبھی یوگا اور کبھی دیگر فضولیات میں مشغول رکھ کر بے چین روحوں کو سکون بانٹنا چاہتی ہے لیکن یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ عارضی نشے شراب کے نشے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور اس طرح کے ہتھکنڈوں سے سکون قلبی تو کیا میسر ہوگا، بے چینیوں میں ہی خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ اس لیے واقعتاً روحانیت پسند لوگوں کے لیے تذکیر و تزکیہ کا یہ میدان بہت وسیع میدان ہے، جس کے ذریعے بہت بڑے پیمانے پر خدمت خلق کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا کام بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت اس کام کی اہمیت اس لیے اور بڑھ جاتی ہے کہ موجودہ دنیا کی اس بے چینی نے ایک عمومی کرب کی صورت اختیار کر لی ہے اور مجبور دنیا خود کو خودکشیاں کرنے پر آمادہ کر رہی ہے۔ آئے دن جس طرح خودکشیوں کا گراف بڑھ رہا ہے، پوری دنیا کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ لیکن ان تمام مشوروں کے بیچ کوئی بھی آن لائن سروس دینے والوں کو ہمیشہ یہ خیال جاگزیں رکھنا چاہیے کہ آن لائن جتنے بھی کام کیے جاتے ہیں، ان میں کسی کو باندھا نہیں جا سکتا، جس کو جو سروس پسند آئے گی، لے گا اور وہی آگے پروموشن کا ذریعہ بھی بنے گا۔ کیوں کہ ڈیجیٹل دنیا جیسے ایک بڑا میدان ہے، ویسے ہی یہاں ذلت و رسوائی کا میدان بھی بہت بڑا ہے اور کسی برے کو برا کہنے سے یہاں روکا نہیں جا سکتا، نہ کسی کو دھمکایا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو دبایا جا سکتا ہے، سو یہاں فراڈ کاموں پر دماغ سوزی کرنے کی بجائے جو درحقیقت جس میدان میں ماہر ہو، اسے اسی میدان میں اترنا چاہیے تاکہ کہیں فریب کاریوں کے جھانسے سب کچھ لے نہ ڈوبیں۔

ایم ایل سسٹم کا متبادل تلاش کریں:

ہمارے اپنے تجربات کے مطابق ماضی قریب میں بعض نو خیز علما ایم ایل ایم یعنی نیٹ ورک مارکیٹنگ سسٹم سے وابستہ ہوئے اور اس قسم کی کمپنیوں کے دل فریب جھانسوں میں آکر نئے نئے افراد کو اس چین سسٹم سے جوڑا۔ اب بھی ایک بڑا طبقہ یہ کام کر رہا ہے لیکن زمینی سچائی یہ ہے کہ ایسی بیشتر کمپنیاں انجام کار کے طور پر فراڈ کرتی ہیں اور مجلس شرعی؛ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے فیصلے کے مطابق شرعی نقطہ نظر سے بھی اس طرح کے چین سسٹم میں روزگار تلاش کرنا ناجائز ہے، جس کی تفصیل مجلس شرعی کے فیصلے میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ایم ایل ایم سسٹم کی ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ اس میں کئی بار دل فریب جھانسوں کی وجہ سے انسان اتنی محنت کر لیتا ہے کہ اگر اس قدر محنت وہ خود کی ذاتی تجارت کو فروغ دینے کے لیے کرتا تو شاید اسے اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ جبکہ یہاں اپڈیٹ موٹیویشن کے علاوہ بارہا انسان نہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو پاتا ہے، نہ دوسروں کو کما حقہ سہارا دے پاتا ہے بلکہ کئی بار خود یا دوسروں کے لیے حوصلہ شکنی کا سبب بھی بن جاتا ہے۔

یوٹیوب:

یوٹیوب سن 2000 کے بعد کمائی کے مقبول ذرائع میں سے ایک بنا ہوا ہے، جو گوگل ایڈسنس یعنی ایڈورٹائزمنٹ کے ذریعے ہونے والی انکم میں سے یوٹیوبرز کو کچھ فیصد کمائی فراہم کرتا ہے لیکن جب سے یوٹیوب کا یہ پہلو عام ہوا ہے، اس دنیا میں

یوٹیوبرز کا گویا سیلاب امڈ پڑا ہے۔ یہ ذریعہ اس لیے بھی زیادہ مقبول ہوا کہ کمائی کے ساتھ شہرت اور فن بھی دیتا ہے جبکہ مشن والوں کے لیے یہ ایک ناگزیر راستہ ہے۔ مذہبی طبقوں کے لیے یہ میدان دعوت وتبلیغ کے بہت اہم ذرائع میں سے ایک ہے۔ ایڈ سنس کے علاوہ بھی یوٹیوب میں کچھ ذرائع ہوتے ہیں، جن کا ٹھیک سے استعمال انسان کو مالا مال کرسکتا ہے مثلا: یوٹیوب میں ہر ویڈیو کی تفصیل کے لیے ڈسکرپشن لکھا جاتا ہے، جس میں ویڈیو کی موٹی موٹی تفصیلات مندرج ہوتی ہیں، عقل منداور تیز دماغ لوگ اس تفصیل میں خاصا منافع بٹور لیتے ہیں، وہ اس کی ڈیزائننگ اس طرح کرتے ہیں کہ یہ ڈسکرپشن بھی پرسنل ایڈور ٹائزمنٹ بن جاتی ہے اور اس سے منافع حاصل ہونے لگتے ہیں۔ یوٹیوبر کے لیے اپنے میدان کا تعین بھی ذریعہ آمد ثابت ہوسکتا ہے۔ بزنس مائنڈ یوٹیوبر اپنے ویڈیوز کی کٹیگری ایسی رکھتے ہیں کہ ان کے پورے پورے ویڈیوز اسپانسر ہو سکتے ہیں کیوں کہ وہ کسی کے پروموشن کا ذریعہ ہوتے ہیں بالخصوص تکنیکی ویڈیوز جو یوٹیوب کی مقبول کٹیگری ہیں، اس جہت سے ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

ایڈوانس بزنس مائنڈ یہ کرتے ہیں کہ انھیں جس میدان میں کیریئر بنانا ہوتا ہے، یا جس میدان میں تجارت مقصود ہوتی ہے، اس کے متعلق ویڈیوز بناتے ہیں، اپنے ویورز یعنی ناظرین کو ہی غیر شعوری طور پر اپنا کسٹمر بنا لیتے ہیں اور بڑی خاموشی کے ساتھ یوٹیوبر سے بزنس مین بن جاتے ہیں لیکن یہ کام وہی کر پاتے ہیں جو بہت حساس طبع یا نہایت متحرک ہوتے ہیں اور مینجمنٹ میں ماہر ہوتے ہیں اور دراصل یوٹیوب کی دنیا میں سب سے زیادہ کامیاب یہی لوگ مانے جانے چاہیے۔ ایسے ماہرین اپنا سب کچھ یوٹیوب سے سیٹ کرنے کے بعد یوٹیوب پر منحصر نہ رہتے ہوئے اپنی جدا ویب سائٹ، یا اپلی کیشن بھی بنا لیتے ہیں جس سے وہ ان کسٹمرز کو مستقلا خود سے جوڑے رکھنے میں کامیاب رہتے ہیں اور خدانخواستہ اگر کبھی ان کے یوٹیوب چینل پر کوئی مصیبت آجائے، یا بلاک کردیا جائے تب بھی ان کا زیادہ کچھ نہیں بگڑتا۔ یوٹیوب اپنے بہت متحرک اور مقبول یوٹیوبرز کو رفاہ عامہ کے لیے "جوئن" کے نام سے ایک اضافی آپشن دیتا ہے جس کے ذریعے یوٹیوبرز اپنے ویورز سے ممبر شپ یا ڈونیشن کے طور پر پیسے لے سکتے ہیں گویا اس طرز عمل سے یوٹیوب، یوٹیوبرز اور ویورز مل کر خدمت خلق کا کام کرتے ہیں۔

ان تفصیلات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یوٹیوب میں ایڈسنس کے علاوہ کمیشن، اسپانسر شپ، ایڈور ٹائزمنٹ، آن لائن سیلنگ، آن لائن سروس، ممبر شپ فیس اور دونیشن کے ذریعے بھی بہت کچھ کمایا جاسکتا ہے۔

دیگر سوشل ذرائع:

یوٹیوب کی طرح ہی ویب سائٹ اور بلاگنگ سسٹم بھی کام کرتا ہے، ان میں بھی ایسے بہت سے ایڈوانس فیچرس ہوتے ہیں جن کو ذرائع آمد میں بدلا جاسکتا ہے۔ لیکن چوں کہ یوٹیوب کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے اور ویڈیو ہونے کی وجہ سے اسے سب سے زیادہ دیکھا جاتا ہے، اسی لیے اس میں کمائی کے ذرائع اور وسائل بھی ان سب کے مقابل زیادہ ہیں۔ یوٹیوب، ویب سائٹس اور بلاگنگ سسٹم اگرچہ بہت آسان ہیں، لیکن چوں کہ تکنیکی سسٹم ہیں، اس لیے ممکن ہے ایک عامی ان کا بخوبی استعمال نہ کر پائے مگر سوشل میڈیا وہ عام پلیٹ فارم ہیں جن کا ہر عام و خاص آسانی سے استعمال کرسکتا ہے اور جن پر کام کرنے کے لیے خاطر خواہ تربیت کی بھی ضرورت نہیں اور نہ بہت زیادہ محنت کی بلکہ جس طرح آج کے عہد میں موبائل کا استعمال بالکل عام ہے، سوشل میڈیا کا استعمال بھی بالکل عام

ہے۔اس خصوص میں ٹویٹر،فیس بک یا انسٹا گرام وغیرہ کی فولوونگ کو ذریعہ آمد بنایا جا سکتا ہے۔ یہاں بھی یوٹیوب کی مقدار تو نہیں البتہ بہت حد تک ایڈسنس،کمیشن،اسپانسر شپ،ایڈورٹائزمنٹ،آن لائن سیلنگ،آن لائن سروس اور ڈونیشن وغیرہ کے ذریعہ کمائی کی جا سکتی ہے۔فیس بک پیجز اور ٹویٹر فولوونگ میں یہ طریقہ بھی استعمال ہوتا ہے کہ تکنیکی لوگ الٹے گہلے ناموں سے فرضی قسم کے اکاؤنٹس بنا لیتے ہیں، کچھ ایسے دل چسپ موضوعات پر گفتگو کرتے ہیں کہ ان کی فولوونگ بڑھتی جاتی ہے اور جب یہ فولوونگ ٹھیک ٹھاک ہو جاتی ہے، اکاؤنٹس کے نام تبدیل کر کے کسی کے ہاتھوں مہنگے داموں فروخت کر دیتے ہیں۔ کچھ سیانے لوگ یہی سلوک ویب سائٹس کے ڈومین کے ساتھ کرتے ہیں، وہ بہت سستے داموں میں کئی قسم کے ڈومین خرید کر رکھتے ہیں اور جب کسی کو حاجت ہوتی ہے، منہ مانگی قیمت میں بیچ دیتے ہیں۔ یہ جتنے ذرائع آمد مذکور ہوئے، بڑی آسانی سے ڈیویلپ کیے جا سکتے ہیں لیکن ایک مشترک پہلو یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر خاطر خواہ تربیت، جہد مسلسل، فن کارانہ مہارت اور صبر و تحمل کے متقاضی ہوتے ہیں لیکن یہ بھی سچائی ہے کہ اس محنت سے زندگی کے کسی بھی میدان میں فرار نہیں اور جو محنت سے جی چراتا ہے، بہر حال اس کی زندگی آزمائشوں سے خالی نہیں۔

اسمارٹ فارمنگ:

عام طور پر کسان اپنے کھیتوں میں وہی زراعت پیدا کرتے ہیں، جو نسلا بعد نسل چلی آئی ہے جبکہ آج کا ماڈرن سائنسی دور کھیتی باڑی کو درج ذیل چار حصوں میں تقسیم کرتا ہے:

ہوٹی کلچر:

یعنی باغبانی۔ یہ بجائے خود بہت کامیاب زراعت ہے ،جس کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں۔ ہر طرح کے پھل/ میوے جات اور نوع بنوع سستی مہنگی اشیائے خورد و نوش اس قسم کی کھیتیوں میں اگائی جا سکتی ہیں۔

ایگریکلچر:

اس کے ضمن میں وہ روایتی زراعت آتی ہے، جو عام طور پر کسان کرتے ہیں البتہ چوں کہ ہر علاقے کے کسان عموماً چند موسمی اور متوارث فصلوں تک محدود رہتے ہیں جبکہ قدرت نے زمین میں وہ بیش بہا خزانے پیدا فرما رکھے ہیں، جن میں سے کچھ تو کسی ایک علاقے کے ساتھ ہی خاص ہوتے ہیں۔لیکن ان تک رسائی اسی کی ہو پائے گی، جو اس سلسلے میں اپنی معلومات بڑھائے۔

فلوری کلچر:

اس زراعت میں پھولوں کی کھیتی کی جاتی ہے اور پھول چوں کہ اعزازی طور پر استعمال ہوتے ہیں اور پوری دنیا میں ایکسپورٹ کیے جاتے ہیں، اس لیے ان کی قیمت اور کھپت کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

میڈیسنل پلانٹنگ:

یہ جڑی بوٹیوں کی کھیتی ہوتی ہے، جن کا دواؤں میں استعمال ہوتا ہے۔ دواؤں میں بھی چوں کہ چار پیتھی پائی جاتی ہیں اور جڑی بوٹیوں کا ہر پیتھی سے تعلق ہے، اس لیے ان کی طلب پوری دنیا میں ہوتی ہے، اگر انہیں بڑی مقدار میں پیدا کیا جائے تب بھی ان کی ڈیمانڈ اتنی زیادہ رہتی ہے کہ سپلائی ممکن نہیں ہوتی۔ پھر ان جڑی بوٹیوں میں کچھ وہ ہوتی ہیں جو بہت مہنگی ہوتی ہیں اور کچھ وہ ہوتی ہیں جو پورے خطہ ارض میں چند گنے چنے علاقوں تک محدود ہوتی ہیں یعنی وہ کسی ایک خاص خطہ ارض میں ہی پیدا ہو سکتی ہیں، اس لیے ان کی ندرت ان کی اہمیت کو غیر معمولی بڑھاتی ہے۔

کسان، یا وہ تمام لوگ جو زمین لیز پر لے سکتے ہیں، انھیں چاہیے کہ وہ اسمارٹ فارمنگ کے طریقوں پر خصوصی توجہ دیں اور

Scanned with CamScanner

اس کے بعد اپنی زمین کی مٹی کا چیک اپ کروائیں، جسے اصطلاح میں سوئل ٹیسٹ بولا جاتا ہے۔ اس چیک اپ کے بعد اپنی کھیتی سے متعلق دیگر لوازمات پانی، موسمیات اور حفاظتی انتظامات وغیرہ کی فراہمی پر ہر علاقے میں موجود زراعتی افسر شاہی سے رابطہ کریں اور ان سے مکمل تفصیلات لیں اور ان کی ہدایات کی پیروی کریں تو معمولی زمینوں کو بھی سونا بنایا جا سکتا ہے۔

زراعت جیسے انبیائے کرام کا مبارک پیشہ ہے اور سو فیصدی قدرتی کام ہے، ویسے ہی آج کی تکنیک اور اسمارٹ فارمنگ کی مشینوں نے اس کی جاں فشانیوں کو کافی حد تک کم کر دیا ہے البتہ ذہنی اور فکری تربیت کو کافی بڑھا بھی دیا ہے۔ زیادہ تر کسان اس لیے فیل ہوتے ہیں کہ ان کے پاس مطلوبہ معلومات نہیں ہوتیں جبکہ خاندانی کسان نہ ہوتے ہوئے بھی بہت سے لوگ محض اس لیے کامیاب رہتے ہیں کہ ان کے پاس تکنیکی معلومات اور مطلوبہ تربیت ہوتی ہے۔ آج کی تمام حکومتیں زراعت کو پروموٹ کرنا چاہتی ہیں کیوں کہ یہ ملکی معیشتوں کا بہت اہم حصہ ہیں اور جس طرح ہمارے ملک سمیت پوری دنیا میں معیشت تباہ ہے، اس کی بھرپائی کا بہت بڑا حصہ ان کھیتیوں سے ہو کر گزرتا ہے۔ ایسے میں کسانوں کا بڑھاوا دینا اور ان کے لیے نت نئی اسکیمز لانچ کرنا حکومتوں کی مجبوریاں بھی ہیں، دانش وروہ ہے جو اس موقع کو غنیمت جانے۔ زراعت کا ایک خوش آئند پہلو یہ بھی ہے کہ اب کے دور میں دنیا پھر اپنی فطرت کی طرف پلٹ رہی ہے اور وہی کچھ کھانا چاہتی ہے جو قدرت نے اس کی اپنی اصلی حالت میں پیدا فرمایا ہے یعنی زہریلی کھادوں کے بنا اگائے گئے نیچرل فوڈ کی ڈیمانڈ بہت بڑھ چکی ہے اور اسی لیے جو کسان بالکل عام اور سادہ انداز میں بھی زراعت کرنا چاہیں گے، کامیاب ہوں گے۔

حیوان پروری:

حکومتیں مویشی پروری، مچھلی پالن، مکھی پالن، مرغی پالن اور بکری پالن وغیرہ کو بھی زراعت کے زمرے میں شمار کرتی ہیں اور ان تمام کاموں کے لیے خاصی سبسڈی بھی دستیاب کرواتی ہیں۔ جو لوگ زراعت سے کتراتے ہیں، وہ ان کاموں میں طبع آزمائی کر سکتے ہیں اور جو از خود یہ بھی نہ کرنا چاہیں، وہ اپنی زمینوں کو ذریعہ بناتے ہوئے، ایسی کمپنیوں سے رابطہ کر سکتے ہیں، جو بڑے پیمانے پر یہ کام کرتی ہیں اور انھیں کرایے پر زمینیں درکار ہوتی ہیں، جن میں پورا کام اور سسٹم ان کا ہوتا ہے۔

زمینی کرایے داریاں:

اللہ تعالی نے جنھیں زمینوں سے نوازا ہے وہ اگر کچھ بھی ہاتھ پاؤں نہیں مارنا چاہتے تو اپنی زمینوں کے لیے ایسی کرایے دار کمپنیاں تلاش کر سکتے ہیں جو اُن زمینوں میں سولر پلانٹ جیسے بڑے بڑے پلان ڈیولپ کرتی ہیں اور بطور کرایہ خاصی رقم دیتی ہیں۔

متمول طبقے کے لیے:

ایکسپورٹ امپورٹ یعنی درآمد اور برآمد وہ طریق تجارت ہے جس میں منافع کی شرح بہت بڑھ جاتی ہے اور نقصان کی شرح اسی رفتار کے ساتھ کم ہو جاتی ہے۔ البتہ چوں کہ اس میں فارملٹیز بہت زیادہ ہوتی ہیں اور حساسیت بھی بہت مطلوب ہوتی ہے، اس لیے ایک بڑی تعداد اس کے لیے ہمت نہیں جٹا پاتی۔ ایسے میں بیچ کی راہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جنھیں دو پیسوں سے نوازا ہے یا جنھیں تجارت کی فنی مہارتیں حاصل ہیں، انھیں اس میدان میں ہنر آزمائی کرنی چاہیے تاکہ دائرۂ تجارت وسیع ہو اور ان کے ذریعے بہتوں کو روزگار بھی ملے۔ اس سلسلے میں درآمد سے پہلے برآمد پر توجہ دینی چاہیے اور اپنے علاقوں سے ایسی چیزوں سے نشان دہی

ہونی چاہیے جو بیرونی دنیاؤں کی ضرورت ہو سکتی ہیں۔

متوسط طبقے کے لیے:

جو لوگ نہ تو بہت امیر کبیر ہیں اور نہ فقیر، وہ مشینی دور کی مشینریز کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پہلے جن کاموں کی انجام دہی کے لیے خاصے مزدور درکار ہوتے تھے، آج کمپیوٹرائز سسٹم نے اس تعداد کو کافی کم اور کام کی رفتار کو خاطر خواہ تیز کر دیا ہے لیکن چوں کہ یہ مشینریز ہر ایک کی دست رس میں نہیں ہوتیں، اس لیے غریب طبقہ بارہا جی مارنے پر مجبور ہوتا ہے۔ بیکری، پارچہ بافی، کاغذ سازی اور ڈیزائننگ وغیرہ کے وہ بیشتر کام جو پہلے صرف انسانی ہاتھوں کا کمال ہوتے تھے، آج کی مشینیں انھیں نہ صرف یہ کہ سستے داموں اور کم وقت میں پوری کرتی ہیں بلکہ اس میں کمال فن بھی پیدا کرتی ہیں۔ ممکن ہے حد ضرورت کی مشینیں خرید کرنے کے لیے اس طبقے کو ایک بار پوری جمع پونجی نذر کرنی پڑے بلکہ مقروض بھی ہونا پڑے لیکن پیشگی جانچ پڑتال اور محاسبہ کے بعد اگر مشینوں کی خرید فائدے کا سودا ثابت ہوتا ہو تو اقدام کرنے میں زیادہ پس و پیش نہیں ہونا چاہیے۔ کیوں کہ یہ وقتی بار بہت سے سجدوں سے نجات دے دیتا ہے۔ اس طبقے کے لیے ٹھیکہ داری بھی مناسب کام ہے۔ اگر ٹھیکہ داری میں بھی گورنمنٹ کے ٹھیکوں پر توجہ مرکوز کریں تو اٹھتے ہوئے زیادہ وقت نہیں لگتا۔

غریبوں کے لیے:

وہ لوگ جنھیں قدرت نے مالی آزمائشوں سے گھیر رکھا ہے وہ بھی شہروں اور دیہاتوں کی جدا جدا صورت حال کے مطابق بہت سے ایسے ذرائع تلاش کر سکتے ہیں جو ان کی حالت بدلنے میں کامیاب ثابت ہوں جیسے شہری لوگوں کے لیے پیکنگ اور کٹنگ جیسے بہت سے چھوٹے کام ہو سکتے ہیں، جو گھر کی عورتیں بھی کر سکتی ہیں، اس طرح کے کاموں کے لیے یوٹیوب سے مواد حاصل کیا جا سکتا ہے۔

دیہی لوگ اپنے دیہی فن کو پروموٹ کر سکتے ہیں اور قدرے سمجھ دار ہوں تو اس فن کو آن لائن کر کے بڑا منافع بھی کما سکتے ہیں۔ جیسے گاؤں دیہات کی عورتیں ہاتھ کے پنکھے، ہاتھ کے کپڑے اور علاقہ وائس دیگر دست کاریوں میں ہنر آزمائی کر سکتی ہیں۔

الغرض! اکیسویں صدی کے تنوع نے زندگی کے ہر شعبے کی معیشت کو متاثر کیا ہے، ایک طرف جہاں معاش و معیشت کے بے پناہ جدید امکانات پیدا کیے ہیں اور قسم قسم کی نت نئی سہولیات دست یاب کروائی ہیں، وہیں اس دور کی ٹیکنالوجی نے پرانے نظام معیشت کو ایک حد تک بدل کر رکھ دیا ہے۔ لیکن اس گھما گھمی کے بیچ ابھی بھی غنیمت یہ ہے کہ چوں کہ ہنوز تغیرات کا یہ سلسلہ جاری ہے اور ابھی دنیا اس بدلے ہوئے نظام سے خود کو مانوس کر رہی ہے، ایسے میں جنھوں نے اس جدید طرز معیشت کو گلے لگا لیا، یا اپنے پرانے سسٹم کے ساتھ عہد جدید کی تکنیک کو بھی اپنا لیا، آئندہ چند دہائیاں ثابت کریں گی کہ وہ کام یاب ہیں اور جنھوں نے اب بھی خود کو بدلنے کی ضرورت محسوس نہ کی، بہت ممکن ہے، آئندہ ان کا وجود ہی بدل جائے۔

نظام معیشت کی یہ غیر معمولی تبدیلیاں ہر سطح پر نوٹ کی جا سکتی ہیں۔ کیا امیر، کیا غریب، کیا خواندہ، کیا نا خواندہ، کیا شہری اور کیا بدوی، سب کو بدلنا چاہیے اور سب کچھ بدلنا چاہیے، اسی میں بھلائی ہے اور آگے کے بقا کی ضمانت۔

اس عہد میں کسی بھی نظام معیشت کو پرانے پیمانوں پر پرکھنے والے یا تو جاہل ہیں، یا غافل۔ اب نہ تو بڑا تاجر بننے کے لیے کروڑوں درکار ہوتے ہیں، نہ مہنگا سسٹم بلکہ معقول تربیت اور ذاتی مینجمنٹ سب کچھ ممکن کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ آمین

□□□

صدرالشریعہ نمبر پر کلمات تحسین وتاثر

از مفتی محمد حبیب اللہ خاں مصباحی
خادم الافتاء دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا، بلرام پور

نبیرۂ حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ اور شہزادۂ اکبر حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قبلہ قادری مدظلہ العالی نائب قاضی القضاۃ فی الہند وزیب سجادہ نشین آستانۂ امجدیہ گھوسی مئو جناب مولانا علاء المصطفیٰ قادری زید مجدہم نے بذریعہ موبائل صدرالشریعہ نمبر پر اپنا تاثر قلم بند کرنے کو کہا، جب کہ میں اناڑی در اناڑی ہوں، لیکن محب موصوف نے بڑی مدت کے بعد ایک ایسی بات کا حکم دیا جو اپنے لیے نہیں بلکہ اپنے دادا حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات وعلمی کمالات کے تحریری دستاویز کے بارے میں تھا، اس لیے ارشاد حکم کی تعمیل میں کوئی قیل و قال کیے بغیر فوراً قلم بند کر دیا۔

صدرالشریعہ نمبر اچھی کتاب، عمدہ طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل میں اس وقت میرے پیش نظر ہے، نمبر گو کہ آپ کے پردہ فرمانے کے بہت بعد میں آیا ہے، لیکن جب آیا تو بہت اچھا آیا، آپ کی حیات ظاہری مبارکہ کے تمام گوشوں کو احاطہ کیے ہوئے آیا، خواہ وہ آپ کا علمی گوشہ ہو یا عملی، اس لیے کہ آپ کے اس نمبر میں دو قسم کے ذوی الاحترام علمائے کبار وصغار کا مضمون ہے۔ اول الذکر تو وہ علمائے کبار ہیں جو گو کہ آپ کے شاگرد و تربیت یافتہ ہیں، لیکن اپنی مثال آپ ہیں اور ایسے معتبر ومستند ہیں کہ ان کے قول وعمل، تحریر وتقریر کو بطور دلیل کسی مسئلہ کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں ان بزرگوں نے اپنے استاذ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر کے لکھا ہے، اس لیے آپ کی کتاب زندگی کا ہر ورق سچائی وصداقت کا مجموعہ ہے، شک وشبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، مجال کیا ہے کہ اس نمبر کا کوئی ورق یا سطر دائرۂ حقیقت سے باہر ہو۔ اور ثانی الذکر علما نے جو مضامین رقم کیا ہے، اس کی بھی حیثیت کچھ کم نہیں ہے، اس لیے کہ ان علمائے کرام نے یہ مضامین آپ کے ہم عصر علمائے کرام اور آپ کی تحریر وتقریر، تصنیف وتالیف سے اخذ واستنباط کر کے لکھا ہے۔ واضح رہے اس نمبر کی یہ ایسی خصوصیت ہے جو اور نمبروں سے ممتاز کر دیتی ہے، ویسے مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ ہمارے سب بزرگ علمائے کرام ہمارے سر کے تاج اور ہماری آنکھوں کے نور ہیں، سب کی زندگی چاند کی چاندنی سے بھی زیادہ صاف وستھری ہے، قابل تعظیم وتکریم ہیں سر اور آنکھوں سے لگانے کے لائق ہے، لیکن جس کے جو اوصاف ہیں وہ بیان کیے جاتے ہیں، اس سے کسی کی نہ تنقیص ہوتی ہے، نہ توہین اور نہ کسی کو ایسا سوچنا وسمجھنا چاہیے۔

فقیہ الہند شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی نور اللہ مرقدہ حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے بارے میں اپنے تحریر کردہ مضمون میں آنکھوں دیکھا یہ واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ جب آپ کی قبر کے ارد گرد مزار بنانے کے لیے چبوترہ کی کھدائی کی گئی اور آپ کی قبر انور سے چٹائی کو ہٹایا گیا تو ایسی خوشبو اُڑی کہ جس سے سب موجود لوگ حیرت زدہ ہو گئے، یہاں تک کہ بدمذہب بھی آپ کی کرامت کے معترف ہو گئے۔

واضح رہے کہ حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی یہ برزخی زندگی کی کیفیت ایسی ہے کہ اس میں سوائے امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاری کے دور دور تک کوئی نظر نہیں آتا ہے، آپ کی یہ کرامت خدمت حدیث کے صلہ ہونے کے ساتھ بارگاہ رب العزۃ جل جلہ میں مقبول ومحبوب ہونے کی دلیل بھی ہے اور ارشاد رسول کے مطابق آپ کی قبر انور جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ فقط والسلام

محمد حبیب اللہ مصباحی

□□□

Scanned with CamScanner

تقریب جشن ختم بخاری شریف

رپورٹ: مفتی شمیم رضا اویسی ۔ جامعہ امجدیہ رضویہ

سرزمین ہندوستان کی عظیم دینی درسگاہ طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی جو اپنی دینی، علمی، تصنیفی اور تبلیغی خدمات کے باعث چہار عالم میں کافی مشہور و متعارف ہے اور مدارس کی دنیا میں اپنی ایک الگ پہچان اور امتیازی شان رکھتا ہے، یہ ادارہ صرف اینٹ اور پتھروں پر مشتمل ایک عمارت نہیں بلکہ علوم و معارف کا ایک ایسا سرچشمہ ہے جہاں سے ہمہ وقت دینی علوم کی نہریں بہتی ہیں اور تشنگان علم کو سیراب کرتی ہیں، اس ادارے نے یوم تاسیس سے لیکر آج تک دینی تعلیمات کے فروغ میں جو نمایاں کردار پیش کیا ہے وہ یقیناً قابل تحسین اور لائق ستائش ہے، اس ادارے میں مختلف شعبہ جات کے اندر سینکڑوں کی تعداد میں طلبہ زیر تعلیم ہیں جو مکمل جانفشانی اور عرق ریزی کے ساتھ پورے سال تعلیم کو جاری رکھتے ہیں اور اپنے ہدف کی تکمیل کے لیے ہمہ تن گوش ہو کر فلاح و بہبود سے ہمکنار ہوتے ہیں عرس امجدی کے موقع پر یہاں کے فارغین کو سند و دستار سے نوازا جاتا ہے جبکہ خصوصی کورس کی تکمیل کرنے والے طلبہ کو سال کے اخیر میں ختم بخاری شریف کی مبارک تقریب کے موقع پر سند و دستار سے سرفراز کیا جاتا ہے، لہٰذا اسی سلسلے میں ہر سال کی طرح امسال بھی جشن ختم بخاری شریف کا انعقاد 27 جنوری 2024ء بروز سنیچر عمل میں آیا، تلاوت کلام پاک سے محفل کا آغاز ہوا اور اس کے بعد نعت و مناقب کا مختصر سلسلہ چلا بعدہٗ بخاری شریف کا آخری درس دینے کے لیے مسند تدریس پر وہ ذات جلوہ گر ہوئی جس کی عظمتوں کے نقوش پوری علمی کائنات میں مرتسم ہیں، جو اپنے دور کا متبحر عالم دین، عالم اسلام کا سب سے بڑا محدث، تحقیق و تدقیق کی برہم زلفوں کو سنوارنے والا، اپنے زمانے کے تمام فقہاء و محدثین پر سبقت رکھنے والا، دیوبندیت، وہابیت اور صلح کلیت کے باطل ایوان میں زلزلہ برپا کرنے والا جسے دنیا ممتاز الفقہاء، سلطان الاساتذہ، محدث کبیر حضرت علامہ مولانا مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری دام ظلہ العالی کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے، حضرت نے جیسے ہی اپنی تدریس کا آغاز فرمایا پورے مجمع پر ایک عجب سی اثر انگیزی چھا گئی، سیکڑوں کا اجتماع ہمہ تن گوش ہو کر آپ کی زبان سے نکلے ایک ایک حرف کی حلاوت سے قلب و نظر کو ٹھنڈک بہم پہونچانے لگا اور ہر طرف ناقابل بیان کیفیت کا عالم چھا گیا، آپ نے تقریباً 2 گھنٹہ مسلسل اس کتاب کا درس دیا جسے "اصح الکتاب بعد کتاب اللہ" کا تمغہ امتیاز حاصل ہے، جسے محمد بن اسماعیل بخاری نے 16 سال کی سعی بے مثال اور جستجوئے با کمال کی بدولت تصنیف فرمایا، حضور محدث کبیر دام ظلہ العالی نے اپنے درس میں تدوین قرآن و حدیث پر خصوصی روشنی ڈالتے ہوئے بخاری شریف کے فیوض و برکات اور رہنما کردار کا جب تذکرہ شروع کیا تو دل بے اختیار کہہ اٹھا کہ واقعی امام بخاری کی ذات رب العالمین کا ایک بہترین انتخاب اور امت مسلمہ کے لیے ایک بہترین عطیہ خداوندی تھی، درس کے بعد بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں صلاۃ و سلام کے نذرانے پیش ہوئے اور حضور محدث کبیر دام ظلہ کی رقت آمیز دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔

اس موقع پر جامعہ کے اساتذہ کرام خصوصاً حضرت علامہ مولانا عبد الرحمٰن صاحب قبلہ، حضرت علامہ مولانا صدیق صاحب قبلہ، حضرت علامہ مولانا مفتی ابوالحسن صاحب قبلہ، شہزادہ حضور محدث کبیر حضرت علامہ مولانا علاء المصطفیٰ صاحب قبلہ، حضرت علامہ مولانا جمال مصطفیٰ صاحب قبلہ، جانشین حضور محدث کبیر حضرت علامہ مولانا ابو یوسف صاحب قبلہ، حضرت علامہ مولانا مفتی خورشید صاحب قبلہ، حضرت علامہ مولانا عرفان المصطفیٰ صاحب قبلہ، مفتی محمد احمد صاحب قبلہ، مفتی حسان المصطفیٰ صاحب، مفتی محمد طیب حسین امجدی صاحب و دیگر اساتذہ کرام و ذمہ داران موجود رہے۔

□□□

منقبت

(تضمین بر کلامِ استاذِ زمن حضرتِ علامہ حسن)

مفتی شمیم رضا اویسی امجدی

عمر بھر کھایا فقط میں نے نوالہ تیرا
پی کے مدہوش میں رہتا ہوں پیالہ تیرا
سر پہ رہتا ہے ہر اِک آن دوشالہ تیرا

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

شوکتِ مذہبِ اسلام، صداقت کا علم
ہے عجب دلکش و زیبائی ، عجب جاہ وحشم
جس کو کہتے ہیں سبھی اہلِ محبت کا حرم

کیا مہک ہے کہ معطر ہے دماغِ عالم
تختۂ گلشنِ فردوس ہے روضہ تیرا

دوجہاں میں تجھے حاصل ہے شرافت پیارے
تیری یکتا ہے زمانے میں ولایت پیارے
تیرے قطرے میں بھی دریا کی ہے وسعت پیارے

ہے تری ذات عجب بحرِ حقیقت پیارے
کسی تیراک نے پایا نہ کنارا تیرا

لوحِ ہستی پہ منقش ترے جلوؤں کا ظہور
خاک کر ڈالا ترے فقر نے باطل کا غرور
کوئی اس رفعت وشوکت کو کرے، کیسے عبور

کرسی ڈالی تری تخت شہ جیلاں کے حضور
کتنا اونچا کیا اللہ نے پایا تیرا

دل میں اک رنج ہے اور عالمِ تنہائی ہے
بے سہارا ہوں میں، ہر کوئی تماشائی ہے
چارہ گر کون ہے اور کس کی مسیحائی ہے؟

ترے ذرے پہ معاصی کی گھٹا چھائی ہے
اس طرف بھی کبھی اے مہر ہو جلوہ تیرا

چرخِ ملت کے شمیم آج جو یہ شاہیں ہیں
کیوں سراسیمہ وحیران ہیں کیوں غمگیں ہیں
بادِ فتنہ سے جو مذہب کے چمن رنگیں ہیں

محی دیں غوث ہیں اور خواجہ معین الدیں ہیں
اے حسن کیوں نہ ہو محفوظ عقیدہ تیرا

□□□